

# امام شافعی رحمۃ اللہ (م ۲۰۴ھ) کی نصیحت

قال ابن ابی حاتم: حدثنا أبی؛ قال: أخبرنی یونس بن عبد  
الاعلی؛ قال: قال الشافعی: اعلم انه لیس الی السلامة من الناس  
سبیل؛ فانظر الذی فیہ صلاحك فالزمه .

.....امام شافعی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

”جان لو کہ لوگوں سے سلامتی کا کوئی راستہ نہیں۔ تم دیکھو تمہاری سلامتی (بھلائی) کس  
میں ہے، اس کو لازم پکڑو۔“

(مناقب الامام الشافعی لابن ابی حاتم، ص: ۲۷۸)

## کن فی الدنيا کانک غریب

موجودہ دور میں مال و دولت، ساز و سامان اور منفعتِ دنیوی کے حصول کے لیے دوڑ جس شدت سے جاری ہے، بعض دفعہ اس کو دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ گویا کوئی بہت ہی قیمتی متاع لوگوں سے چھن گئی ہے، جس کے تعاقب میں یہ ہر ممکن تیزی کے ساتھ روانہ ہو کر اسے حاصل کر لینا چاہتے ہیں یا کوئی انتہائی خوفناک بلا؛ خود ان کے تعاقب میں ہے جس سے یہ جتنی جلد ممکن ہو سکے؛ دور اور دور نکل جانا چاہتے ہیں، لیکن کاش وہ اس حقیقت کا ادراک کر سکتے کہ محض مال و دولت کے حصول یا مالی خسارہ سے بچ نکلنے کے لیے یہ اضطراب ایک مومن کے کسی طرح بھی شایانِ شان نہیں، ہاں جو اصل قیمتی متاع ان سے چھن چکی؛ جس کا انھیں احساس ہی نہیں اور جس کو پالینا اب کسی کے بس کی بھی بات نہیں رہی، اس کا نام ”وقت“ ہے جو گھڑی گزر چکی، پھر کبھی ہاتھ نہ آ سکے گی:

﴿وَالْعَصْرِ ۝ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۝ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝﴾ [العصر: ۱-۳]

”زمانے کی قسم! بے شک انسان خسارے میں ہے، ہاں وہ لوگ اس خسارے سے (یقیناً) محفوظ ہیں جنہوں نے ایمان کو اختیار کر لیا، اعمالِ صالحہ انجام دیے اور حق و صبر کی وصیت کو انھوں نے اپنا شعار بنالیا۔“

کیا آپ نے کبھی کسی ایسے برف نیچنے والے کو دیکھا ہے جو وسطِ بازار میں کھڑا چلا رہا ہو کہ ”لوگو! مجھ پر رحم کرو، میرا قیمتی سرمایہ ضائع ہونے سے بچالو، اگر چند منٹ کے اندر اندر تم نے اس برف کو خیرید نہ لیا، تو میری یہ تمام پونجی پانی بن کر بہہ جائے گی اور پھر میں تہی دست و تہی داماں رہ جاؤں گا۔“ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کسی بزرگ کے متعلق لکھتے ہیں کہ قرآن مجید کی سورۃ العصر کی تفسیر انھیں ایک ایسے ہی برف کے سوداگر کو دیکھ لینے کے بعد فوراً سمجھ میں آ گئی تھی۔

اسی طرح اس حقیقت کا ادراک بھی ضروری ہے کہ وہ خوفناک بلا، جس سے بچ نکلنے کے لیے لوگ تیز سے تیز تر دوڑے جا رہے ہیں، مالی خسارہ نہیں، بلکہ موت ہے، جو ہر وقت تعاقب میں ہے اور جس سے بچ نکلنا کسی کے لیے بھی محال، بلکہ ناممکن ہے۔

”قل ان الموت الذی تفرون منه فانہ ملائیکم۔“

انسان اس دنیا میں آ کر نہ جانے کن مشاغل میں مصروف ہو گیا ہے؟ موت اس کے تعاقب میں ہے اور قبر کا تاریک مدفن اس کے سامنے!..... کس قدر احمق ہے وہ مسافر جو زندگی کے لُق و دُق صحرا میں سفر کرتا کرتا کسی شجر سایہ دار کو دیکھ کر اس کے نیچے گھڑی دو گھڑی آرام کر لینے کی تمنا کو دبا نہیں سکتا، لیکن سکون کے چند لمحات گزرا لینے کے خیال میں یہ بھی بھول جاتا ہے کہ وہ آیا کہاں سے ہے اور اسے جانا کہاں ہے؟ جہاں سے آیا ہے، کیوں آیا ہے؟ اور جہاں جانا ہے، وہاں کن حالات سے اس کا سابقہ پڑنے والا ہے؟

”الدنیا مزرعة الاخرة۔“ یہ دنیا تو آخرت کی کھیتی ہے، یہاں جو کچھ بویا، وہاں وہی کاٹنا بھی ہے۔ انھی اعمال کے نتیجے میں یا تو ابدی مسرتیں ہیں یا ابدی نامرادیاں۔ اس زندگی کا اصل مقصد تو یہی ہے جسے بری طرح فراموش کر دیا گیا ہے، اگر زندگی کی ان مہلتوں سے فائدہ اٹھانے کی بجائے انھیں عارضی آسائشوں کی نذر کر دیا گیا تو مقصدِ حیات کب، کہاں اور کیسے حاصل ہوگا؟ رسولِ رحمت، نبی امی، سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی حقیقت کی نقاب کشائی ان الفاظ میں فرمائی ہے: ”کن فی الدنيا کانک غریب او عابر سبیل۔“ ”کہ (یہ دنیا دل لگانے کی جگہ نہیں) یہاں تجھے اس طرح رہنا چاہیے گویا تو ایک غریب الدیار، یا راہ چلتا مسافر ہے۔“ کیا زندگی کو ان طویل مصروفیات میں اس تلخ حقیقت کی طرف تھوڑی سی توجہ دے دالنے کی بھی آپ کے پاس گنجائش موجود ہے؟ (اکرام اللہ ساجد)

## مجلس ادارت

- شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ مدنی
- مولانا محمد اسحاق بھٹی
- مولانا ارشاد الحق اثری
- ملک عصمت اللہ قلغوی
- حافظ حماد شاہر
- حماد الحق نعیم

## مدیر مسئول

- حافظ احمد شاہر

## مینجر

- محمد سلیم چنیوٹی

## کمپوزنگ

- رضا اللہ ساجد

0333-4786507

0344-4656461

## جواہر پارے

کن فی الدنيا كانك غریب

(عائشہ نور العین)

## اداریہ

دین کے ثمرات

(حافظ احمد شاہر)

## درس قرآن

تفسیر سورة الصُّفَّت ..... (۲۶)

(مولانا ارشاد الحق اثری)

## درس حدیث

أربعین اعتقادی ..... (۱۶)

(ریاض عاقب اثری)

## تحقیق و تصدیق

اسلام کا روحانی نظام ..... (۵)

(سید عالم جمال)

## علوم و معارف

نظام ربوبیت اور اقسام ہدایت

(پروفیسر عبدالعظیم جاناہز)

## تحقیق و تصدیق

نوافل سے قرب الہی اور عقیدہ وحدۃ الوجود

(غلام مصطفیٰ ظہیر)

## دفاع صحابہ

قتل عثمان کے سلسلے میں صحابہ کا موقف

(مترجم: بشیم احمد سلفی)

## شعر و ادب

قادیانی بیٹی کا خط

(شورش کاشمیری)

خط کتابت کے لیے : ہفت روزہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ، لاہور  
 کرنٹ اکاؤنٹ نمبر : ABL 2466-4 بلال گنج برانچ لاہور  
 فون نمبر : 042-3735 4406  
 فیکس نمبر : 042-37229802  
 رجسٹرڈ نمبر : CPL : 12

فی پرچہ : 12/- روپے  
 سالانہ : 500/- روپے  
 بیرونی ممالک سے : 200/- ریال }  
 ڈالر امریکی 60/-



E-Mail: al.aitisam@gmail.com

پرنٹر: پرنٹ یارڈ پرنٹرز، لاہور۔ ناشر: حافظ احمد شاہر، مقام اشاعت: 31 شیش محل روڈ لاہور 54000

## دین کے ثمرات

چک نمبر 493 گ ب ضلع فیصل آباد، تحصیل سمندری میں واقع ہے۔ محکمہ مالیات میں اس کا نام حسین پور درج ہے اور وہ معروف اوڈاں والا کے نام سے ہے۔ ۱۹۰۵ء میں ضلع انبالہ کے جاٹ..... اس وقت کے..... ضلع لائل پور کی آباد کاری کے لیے یہاں منتقل ہوئے تو اس وقت وہاں اوڈ قوم نے ججیوں سے اس جگہ کو آباد کر رکھا تھا، اس لیے یہ علاقہ اوڈاں والا کے نام سے معروف تھا۔ اوڈ قوم تو کسی دوسری جگہ منتقل ہو گئی لیکن اوڈاں والا نام یہیں چھوڑ گئی۔ چنانچہ محکمہ مال نے اگرچہ مالیے کے لیے اس کا نام حسین پور رکھ دیا لیکن زبان و عام اس کا نام اوڈاں والا ہی رہا۔ ۱۹۲۳ء میں ایک اللہ والے درویش صوفی عبداللہ رحمہ اللہ اس بستی میں یہاں کی بعض شخصیتوں سے تعارف کی بنا پر آئے اور پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ اس بستی میں مقامی طور پر دینی تعلیم کا ایک مدرسہ قائم تھا۔ پھر اس گاؤں میں تبلیغی جلسوں کا سلسلہ بھی جاری ہو گیا۔ ۱۹۳۲ء کے ایک جلسے میں محدث وقت مولانا عبدالحق مہاجر مکی رحمہ اللہ تشریف لائے تو انھوں نے دوران تقریر ارشاد فرمایا کہ اس گاؤں میں دینی تعلیم کا ایک مدرسہ قائم ہونا چاہیے تو دوران جلسہ ہی اس اللہ والے نے کھڑے ہو کر مدرسہ کے لیے اپنی خدمات پیش کر دیں۔

جلسے کے بعد صوفی صاحب نے جب گاؤں کے دوست احباب سے مشاورت کی تو گاؤں والوں نے کسی بھی منفی قدم نہ اٹھانے کا وعدہ کیا تو اس اللہ والے نے اس مدرسہ کی خدمت اس مخلصانہ جذبے سے کی کہ اس دینی مدرسے اور اس کے طلباء کی خدمت کو ہی مقصد حیات بنا لیا۔ اہل دیہہ نے ان کے جذبے کی پذیرائی اور قدر افزائی اس طرح کی کہ وہ منحنی سی تعلیم گاہ ”مدرسہ تقویۃ الاسلام“ کی شکل اختیار کر گئی جہاں ملک بھر سے ہی نہیں بعض غیر ملکی طلباء بھی دین کی اس آ بشار سے فیض یاب ہونے لگے۔ یہ اللہ والے کا جذبہ تھا، اہل دیہہ کا اخلاص تھا یا دعائے ابراہیمی ”فاجعل افئدة من الناس تهوى اليهم“ کی بازگشت تھی کہ خلق خدا کے دل اس دور دراز بستی کی طرف لڑھکنے لگے اور اصحاب علم و فضل کے چشمہ ہائے علم سے سیرابی کے لیے طلبائے دین جوق در جوق آنے لگے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس دور دراز بقعہ نور درس گاہ سے بیسیوں نہیں سینکڑوں چراغوں نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسی روشنی حاصل کی اور پھیلانی کہ علم دین کے نور کی کرنوں سے چہار دانگ عالم منور ہو گیا۔ یہ سب کچھ اس درویش خدا مست کے بے پناہ جذبوں اور بستی والوں کے لاحدود..... دامے، درمے، قدمے، سخنے..... تعاون سے ممکن ہوا۔ اس کے ثمرات حسنہ دیکھیے کہ گاؤں کی ایک عابد و زاہد شخصیت صوفی محمد ابراہیم رحمہ اللہ کے ایک بیٹے علم دین سے بہرہ ور ہو کر اسی مدرسہ میں مدرس ہو کر سلسلۃ الذہب..... سونے کی تسبیح..... میں داخل ہو گئے۔ اسی طرح اوڈاں والا ہی کی ایک محترم شخصیت حاجی قادر بخش رحمہ اللہ کے ایک بیٹے عبد القادر جو بعد میں مولانا عبدالقادر ندوی کے نام سے معروف ہوئے، نے گاؤں ہی کے مدرسے سے علم دین حاصل کیا پھر ندوۃ العلماء لکھنؤ (ہند) جا کر تعلیم حاصل کی اور ندوی ان کے نام کا جزء بن گیا۔ مولانا عبدالقادر اس اللہ والے کے دامن سے ایسے وابستہ ہوئے کہ پوری زندگی ہی اس مدرسہ کی خدمت میں کھپادی اور مدرسے کی خدمت کا ہی توشہ لے کر بارگاہ باری تعالیٰ میں حاضر ہو گئے۔ رحمہم اللہ رحمة واسعة۔

اس اللہ والے نے اپنے وسیع دینی منصوبوں کے لیے جب اس گاؤں کو کافی جانا تو پھر اپنے رب سے دعا کی۔ دعا قبول ہوئی اور اس اللہ والے نے ماموں کانجن کے جنگل میں منگل ایسا لگایا کہ پہلے سے بھی وسیع تر جذبوں کے ساتھ اس نے علم دین کی شمع ”جامعہ تعلیم الاسلام“ کے نام سے فروزاں کردی اور علم دین کی نورانی کرنوں سے ماموں کانجن کے علاوہ ایک دنیا اس سے روشن ہونے لگی اور خلق خدا اس سے فیض پانے لگی۔

صوفی صاحب رحمہ اللہ جب ماموں کا نجن آگئے تو انھوں نے اوڈاں والا کا مدرسہ اپنے سابقہ نام ”مدرسہ تقویۃ الاسلام“ کے ساتھ وہیں جاری رہنے دیا اور اس مدرسہ کے بعض اساتذہ گرامی نے مولانا محمد یعقوب ملہوی رحمہ اللہ کے اشراف میں اسی شیخ کو فروزاں رکھنے کا عزم مصمم فرمایا۔

سطور بالا میں ذکر کی گئی داستان چک نمبر 493 گ ب کی ہے۔ صوفی صاحب کی آمد کے بعد دینی تبلیغی جلسوں کی ریت شروع ہو گئی تھی۔ ۱۹۲۳ء کے ایک جلسہ میں جہاں محدث وقت مولانا عبدالحق مہاجر کی رحمہ اللہ نے گاؤں میں دینی مدرسہ کی ضرورت بیان کی اور گاؤں میں مدرسہ شروع کرنے کا اعلان فرمایا اور انھی کے اشارے پر علم دین پڑھنے پڑھانے کی ابتدا کی گئی تھی۔ یہ گاؤں ”دین کی آبرو ہونے کی برکت سے ضلع بھر میں دنیاوی طور پر اپنی نظافت، حسن انتظام بلکہ حسن معاشرت کے باعث مثالی گاؤں کا اعزاز اور ”مبلغ ایک لاکھ روپے کا انعام“ بھی حاصل کر چکا ہے۔ اور دین اسلام پر عمل پیرا ہونے کی برکت سے یہ گاؤں امور خیر سے کس طرح معمور ہے یہ آپ ذیل میں اکتوبر ۲۰۱۳ء کے روزنامہ ایکسپریس کے نامہ نگار کی ارسال کردہ شائع شدہ خبر پڑھ کر ملاحظہ فرمائیں کہ اگر دین کو دل کی گہرائیوں سے عملاً تسلیم کر لیا جائے تو اس کے ثمرات حسنہ طلوع و غروب آفتاب کی طرح اب بھی ممکن ہیں۔

ماموں کا نجن (نمائندہ ایکسپریس) آپ شاید یقین نہ کریں مگر ماموں کا نجن میں ایک گاؤں ایسا ہے جہاں پر ایک امام مسجد کو اس کا اصل مقام دیا گیا ہے کہ اس کے کہنے پر گزشتہ سات سال سے گاؤں میں آج تک چرس، افیون، ہیروئن تو دور کی بات ہے کسی دکان پر سگریٹ تک فروخت نہیں ہوئی، تاہم بوڑھے لوگوں کو اپنے اپنے گھروں میں حقہ پینے کی اجازت ہے نواحی گاؤں 493 گ ب میں عالم دین اور خطیب مسجد مولانا محمد امین کے کہنے پر کسی کو شادی بیاہ یا دیگر خوشی کے مواقع پر ڈھول ڈھمکا کرنے، گانے بجانے اور آتش بازی کی بھی اجازت نہیں ہے۔ یہاں کے لوگ دوسرے شہروں میں اپنی بچیوں اور بچوں کی شادی طے کرتے وقت پہلے ہی ان کو مذکورہ فضول رسم و رواج نہ کرنے کا بتا دیتے ہیں۔ گاؤں میں چونکہ ٹی ایم اے کے خاکروب نہیں ہیں تو وہاں کے نوجوانوں نے ہلال و بلیفیر سوسائٹی کے نام سے ایک تنظیم قائم کر رکھی ہے جو صحت و صفائی کے کاموں کے ساتھ ساتھ دیگر سماجی اور فلاحی کاموں کو انتہائی اچھے انداز میں اپنی مدد آپ کے تحت انجام دے رہی ہے اور چھوٹے موٹے لڑائی جھگڑے کے معاملات گاؤں کی مسجد میں بیٹھ کر حل کیے جاتے ہیں۔ صفائی کے اعتبار سے یہ گاؤں ضلع فیصل آباد میں مثالی بھی رہ چکا ہے اور انعام حاصل کر چکا ہے۔ تقریباً ۱۰ ہزار کی آبادی کے گاؤں میں ایک مرکزی مسجد ہے جہاں تمام لوگ ایک ہی جگہ نماز جمعہ اور عیدین کی نماز پڑھتے ہیں تاہم دیگر نمازیں گاؤں کی دیگر مساجد میں بھی باجماعت پڑھائی جاتی ہیں مگر اذان مرکزی مسجد سے ہی دی جاتی ہے جس کی آواز کے لیے باقی مساجد میں الاؤڈ سپیکر لگائے گئے ہیں۔ شاید یہ واحد گاؤں ہے جس میں ایک امام مسجد کو اس کا اصل مقام حاصل ہے جو دیگر کے لیے مشعل راہ ہے۔ (روزنامہ ایکسپریس، ۱۲ اکتوبر ۲۰۱۳ء)

مسجد کے خطیب مولانا محمد امین رحمہ اللہ ”مدرسہ تقویۃ الاسلام“ کے انھی شیخ الحدیث مولانا محمد یعقوب ملہوی رحمہ اللہ کے فرزند ارجمند ہیں جنھوں نے صوفی عبداللہ رحمہ اللہ کے ماموں کا نجن منتقل ہو جانے کے بعد مدرسہ تقویۃ الاسلام کی خدمت کا عزم مصمم کر کے دین کی اس شیخ کو روشن رکھنے کا فیصلہ کیا تھا۔ برادر گرامی مولانا حافظ محمد امین رحمہ اللہ عصری علوم میں ایم اے کیے ہوئے ہیں اور انھوں نے والد گرامی رحمہ اللہ کے حسب ارشاد تعلیم نبوی کے اسی گلشن کو رونق بخشی جسے ان کے والد گرامی نے یا جن کو اللہ تعالیٰ نے اس مسند کے لیے منتخب فرمایا تھا اس فرزند نے اسی بوریا نشینی کو پسند کر لیا جس پر ان کے والد گرامی رحمہ اللہ نے عمر بتائی تھی۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی توفیق سے حافظ صاحب موصوف بھی اسی سلسلۃ الذہب میں داخل ہو گئے جن کے بارے میں حدیث پاک ہے کہ ”من یرد اللہ بہ خیرا یفقهہ فی الدین“ ”اللہ تعالیٰ جس سے خیر کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کا فہم عطا فرماتا ہے۔“ اللہم اجعلنا منهم .

## تفسیر سورۃ الصفّٰت

مولانا ارشاد الحق اثری رحمہ اللہ

﴿كَأَنَّهُمْ بَيضٌ مَّنْكُونٌ﴾

”جیسے وہ چھپا کر رکھے ہوئے انڈے ہوں۔“

”بیض“ یہ ”بیضہ“ کی جمع ہے۔ اور انڈے کے سفید ہونے کی وجہ سے اسے ”بیضہ“ کہا جاتا ہے۔ انڈا سفید ہوتا ہے اور پروں کے نیچے محفوظ رہتا ہے اس لیے تشبیہ کے طور پر اس سے خوب صورت عورت مراد لی جاتی ہے۔ (مفردات)

مکنون ”کن“ سے اسم مفعول کا صیغہ ہے۔ جس کے معنی ہیں؛ چھپایا ہوا، محفوظ کیا ہوا۔ حسن بصری وغیرہ فرماتے ہیں: اس سے مراد شتر مرغ کے انڈے ہیں۔ اہل عرب خوب صورت عورتوں کو شتر مرغ کے انڈوں سے تشبیہ دیتے تھے۔ بلکہ جب وہ کسی کے حسن و نظافت کی تعریف کرتے تو کہتے تھے ”کأنه بيض النعام“ گویا وہ تو شتر مرغ کا انڈہ ہے۔ (قرطبی)

شتر مرغ کا انڈا سفید زردی مائل یعنی سنہرے رنگ کا ہوتا ہے۔ عرب شعراء اپنے محبوبوں کا تذکرہ اس رنگ سے کرتے تھے۔ اس آیت میں جنتی عورتوں کی صیانت و حفاظت کی طرف بھی اشارہ ہے، کیونکہ شتر مرغ اپنے انڈے اپنے پروں کے نیچے چھپا کر رکھتا ہے اور ان کی حفاظت میں جان لڑا دیتا ہے۔ نیز اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ ان حوروں کو کسی نے چھوا نہیں ہوگا، جیسے دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فِيهِنَّ قَصْرٌ مِّنَ الطَّرَفِ لَمَّا يَطْمِئِنُّنَّ إِنْسٌ قَبْلَهُمْ

وَلَا جَانٌّ﴾ [الرحمن: ۵۶]

”ان میں نیچی نگاہوں والی عورتیں ہیں جنہیں ان سے پہلے نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا ہے اور نہ کسی جن نے۔“

امام سعید بن جبیر وغیرہ فرماتے ہیں:

اس سے انڈے کے اندر کی سفیدی مراد ہے۔ اسی کو امام ابن جریر نے ترجیح دی ہے اور فرمایا ہے: انڈے کے اوپر کا چھلکا ”مکنون“ نہیں ہوتا۔ اسے شتر مرغ کے پر بھی چھوتے ہیں اور انسانوں کے ہاتھوں سے بھی محفوظ نہیں ہوتا۔ بعض نے انڈے کے چھلکے کے نیچے کی جھلی مراد لی ہے۔ بہر حال اس سے مراد انڈے کا سفید چھلکا نہیں بلکہ اندر کی سفید جھلی اور سفیدی مراد ہے اور اس سے مقصود ان کی نزاکت اور نرم اندامی کا بیان ہے۔ اس بارے امام ابن جریر نے حضرت ام سلمہ کی یہ حدیث بھی ذکر کی ہے: کہتی ہیں کہ میں نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ! ”حور عین“ سے کیا مراد ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: موٹی آنکھوں والی سیاہ پلکوں والی حوریں۔ پھر میں نے پوچھا ”بیض مکنون“ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ان کی نزاکت وزمی ہے جیسے انڈے کے اندر کی جھلی جو چھلکے کے ساتھ ہوتی ہے اور وہ ”الغرقی“ ہے۔ (ابن جریر)

”غرقی“ کا اطلاق انڈے کی جھلی اور انڈے کی سفیدی پر بھی ہوتا ہے۔ مگر یہ حدیث سخت ضعیف ہے۔ سلیمان بن ابی کریمہ ضعیف ہے اس کے ترجمے میں یہی حدیث امام عقیلی نے الضعفاء الکبیر (۲/۱۳۸) میں ذکر کی ہے اور کہا ہے وہ منکر احادیث بیان کرتا ہے اس کی کسی نے متابعت نہیں کی اسی کے واسطے سے یہ روایت ہے۔

امام ابن عدی نے بھی اکامل (۱۱۱۱/۳) میں یہ روایت ذکر کی ہے، اور کہا ہے کہ اسی کے واسطے سے یہ روایت ہے اور اس کی عموماً احادیث منکر ہیں۔ اس لیے ایسی منکر روایت سے استدلال درست نہیں۔ یہ دراصل ایک طویل روایت ہے جسے امام طبرانی نے بھی نقل کیا ہے۔ اور علامہ منذری نے اسے ”الترغیب“ (۵۳۶/۴) میں بھی



سے مشرق و مغرب کے مابین سب روشن ہو جائیں گے۔“

(مسند احمد، ابن حبان)

اس موضوع کی دیگر احادیث الترغیب والترہیب (۴/۵۳۱، ۵۳۷) میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

﴿فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ﴾

اہل جنت پر انعامات کے ساتھ اب ان کی باہمی گفتگو کا ذکر ہے، دنیا میں جیسے ماندہ کے ساتھ حدیث المائدہ لطف کو دوبالا کر دیتا ہے اسی طرح جنتیوں پر جب شراب کے جام پہ جام لوٹائے جارہے ہوں گے تو وہ باہم باتیں کریں گے۔ اپنی کامیابی پر اللہ تعالیٰ کا شکر کریں گے اور نا کامیوں کا منہ دیکھنے والوں کا تذکرہ کریں گے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ﴿فَأَقْبَلَ﴾ میں فا کا عطف ﴿يُطَافُ عَلَيْهِمْ﴾ پر ہے کہ وہ کھائیں پئیں گے اور آپس میں باتیں کریں گے۔ شاعر نے کہا ہے:

وما بقيت من اللذات الا

محاذاة الكرام على الشراب

”تمام لذتوں میں صرف وہی لذت باقی رہ گئی جو دسترخوان پر کرم لوگوں کی باتوں سے حاصل ہوتی تھی۔“

## الاعتصام

ایک علمی، اصلاحی اور دعوتی جریدہ ہے، اس کے فروغ اور توسیع اشاعت میں بھرپور حصہ لیں۔ اس سے مالی تعاون کرنا آپ کا اخلاقی فریضہ ہے۔ (ادارہ)

صیغہ تضعیف سے نقل کیا ہے اور علامہ پیشی نے کہا ہے: اس میں سلیمان بن ابی کریم ضعیف ہے۔ (مجمع الزوائد: ۱۰/۴۱۸)

قرآن مجید میں جنت کی عورتوں کی اور کئی صفات بیان ہوئی ہیں: انھیں کواعب، حور، خیرات حسان، ازواج مطہرہ، ابکار، عربا اترابا کہا گیا ہے اور انھیں لؤلؤ مکنون، یاقوت و مرجان سے بھی تشبیہ دی گئی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ولو ان امرأة من نساء اهل الجنة اطلعت

الى الارض لاضاءت ما بينها لملا ت ما بينهما ريحا.))

(صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۲۷۹۶)

”اور اگر جنت کی عورتوں میں سے ایک عورت زمین کی طرف جھانکے تو جنت اور زمین کے مابین سب کو روشن کر دے اور ان کے درمیان کو خوشبو سے بھر دے۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

”پہلی اور دوسری جماعت جب جنت میں داخل ہوگی ان میں سے ہر ایک کو دو ”الحور العین“ ملیں گی ان کی پندلیوں کی ہڈی کا گودا ہڈی اور گوشت کے پیچھے سے نظر آئے گا۔“

(صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۳۳۲۷)

حضرت ابو ہریرہ سے ہی روایت ہے:

”ولنصف امرأة من الجنة خير من الدنيا ومثلها معها.“

”جنت کی عورت کا دوپٹہ پوری دنیا اور اس کے ساتھ اس کی مزید مثل سے بہتر ہے۔“

جب کہ ایک دوپٹہ کی یہ قدر و قیمت ہے تو باقی لباس کیا ہوگا۔

(مسند احمد: ۲/۴۸۳)

ایک حدیث میں ہے:

”جنت کی عورت کے ادنیٰ درجہ کا موتی اتنا چمکتا ہوگا کہ اس

## اربعین اعتقادی

درس  
حدیث

۷

## فرائد الفوائد فی جمع الأربعین من أحادیث العقائد

اوامر الہی کے بجالانے اور اس کی تمجید و تقدیس میں مشغول رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے کسی بھی حکم کی نافرمانی نہیں کرتے۔  
۴: فرشتے اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ ان کا خالق ہے۔ خالق اور مخلوق میں واضح فرق ہے۔ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی اولاد ثابت کرنا غلط ہے۔ جیسا کہ مشرکین کا عقیدہ تھا کہ فرشتے اللہ عزوجل کی بیٹیاں ہیں۔ نعوذ باللہ  
اللہ تعالیٰ نے اس فاسد عقیدے کا قرآن مقدس میں خوب رد کیا ہے۔ لیس هذا محل بسطه .

باب: فی عدد الملائكة ، وقول الله تعالى: ﴿وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ وَمَا هِيَ إِلَّا ذُرِّيٌّ لِّلْبَشَرِ﴾ [المدثر: ۳۱]

۱۷: عن مالك بن صعصعة رضى الله عنهما قال: قال النبي ﷺ: - في حديث المعراج الطويل - فرفع لى البيت المعمور فسالت جبريل ، فقال: هذا البيت المعمور يصلى فيه كل يوم سبعون ألف ملك إذا خرجوا لم يعودوا إليه آخر ما عليهم .

(صحيح بخاري، رقم الحديث: ۳۲۰۷)

## فرشتوں کی تعداد کا بیان:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

”تیرے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور یہ باتیں انسان کی نصیحت کے لیے ہیں۔“

(باقی صفحہ نمبر ۵ پر ملاحظہ کیجیے)

باب: فی خلق الملائكة ، وقول الله تعالى: ﴿خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۝ وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِنْ نَّارٍ ۝﴾ [الرحمن: ۱۵، ۱۴]  
۱۶: عن عائشة قالت: قال رسول الله ﷺ: (( خلقت الملائكة من نور ، وخلق الجان من مارج من نار ، وخلق آدم مما وصف لكم . )) (صحيح مسلم، رقم الحديث: ۲۹۹۶)  
فرشتوں کی تخلیق کا بیان:

فرمان باری تعالیٰ ہے:

”اس نے انسان کو بجنے والی خشک مٹی سے پیدا کیا جو ٹھیکری کی طرح تھی اور جنات کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا۔“  
۱۲: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”فرشتے نور سے پیدا کیے گئے، جن آگ کے شعلے سے پیدا کیے گئے، اور آدم اس صفت پہ پیدا کیے گئے جو تمہیں بیان کی گئی۔“

## فوائد:

۱: انسان کی تخلیق بجنے والی خشک مٹی، جو ٹھیکری کی مانند تھی، سے ہوئی۔ انسان سے مراد: آدم علیہ السلام ہیں، جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکور حدیث میں وضاحت کی گئی۔ سیدنا آدم علیہ السلام کو پہلے مٹی کے پتلے سے بنایا گیا، بعد ازاں اس میں اللہ تعالیٰ نے روح پھونکی۔  
۲: جنات کی تخلیق آگ کے شعلے سے ہوئی۔

۳: فرشتوں کی تخلیق نور سے ہوئی۔ جس سے معلوم ہوا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ اس نوری مخلوق کا مسکن آسمان ہے، جو



# اسلام کا روحانی نظام

## قرآن اور حدیث و سنت کی روشنی میں

سید عالم جمال عبدالسلام ہشام

اخلاص:

اسلام کے روحانی نظام کا دسواں بنیادی اصول؛ اخلاص ہے۔ یعنی انسان جو کام بھی کرے صرف اللہ کی خوشنودی اور رضا کے لیے ہو۔ اس میں ریا کا شائبہ تک نہ ہو۔ قرآن کریم میں اسی اخلاص کو تقویٰ سے بھی تعبیر کیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَنْ يَنَالَ اللَّهُ لُحُومَهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلَكِنْ يَنَالُهُ

التَّقْوَىٰ مِنْكُمْ﴾ [الحج: ۳۷]

”اللہ کو ہرگز نہ ان کے گوشت پہنچیں گے اور نہ ان کے خون اور لیکن اسے تمہاری طرف سے تقویٰ پہنچے گا۔“

یعنی قربانی کے عمل میں اخلاص ہے یا نہیں؟ اخلاص ہو تو بظاہر حقیر اور معمولی عمل بھی اللہ کے ہاں انسان کی نجات اور سرخروئی کا باعث بن سکتا ہے۔

نیز تمام عبادات و اطاعت کی روح اسی اخلاص کو قرار دیا گیا۔ چنانچہ ارشاد الہی ہے۔

﴿قُلْ إِنْ صَلَّيْتُ وَنُسَكِمْتُ وَمَخَّيْتُ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ

الْعَالَمِينَ ۝ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ

الْمُسْلِمِينَ ۝﴾ [الانعام: ۱۶۲، ۱۶۳]

”کہہ دے بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ کے لیے ہے، جو جہانوں کا رب ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں حکم ماننے والوں میں سب سے پہلا ہوں۔“

نیز رسول اکرم ﷺ سے اعلان کروایا گیا:

﴿قُلِ اللَّهُ أَعْبَدُ مُخْلِصًا لَهُ دِينِي﴾ [الزمر: ۱۴]

”کہہ دے میں اللہ ہی کی عبادت کرتا ہوں، اس حال میں کہ اسی کے لیے اپنے دین کو خالص کرنے والا ہوں۔“

اولوالعزم انبیاء میں سے موسیٰ علیہ السلام کی صفت بیان کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا:

﴿إِنَّهُ كَانَ مُخْلِصًا ۖ كَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا﴾ [مریم: ۵۱]

”یقیناً وہ خالص کیا ہوا تھا اور ایسا رسول جو نبی تھا۔“

حضرت یوسف علیہ السلام کی صفت یوں بیان کی گئی۔

﴿إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِينَ ۝﴾ [یوسف: ۲۴]

”بے شک وہ ہمارے خالص کیے ہوئے بندوں سے تھا۔“

اور تمام ایمانداروں کو دعا کے وقت اخلاص نیت کا حکم دیتے ہوئے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَأَقِيمُوا وَجُوهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَادْعُوهُ

مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ﴾ [الاعراف: ۲۹]

”اور اپنے رخ ہر نماز کے وقت سیدھے رکھو اور اس کے لیے

دین کو خالص کرتے ہوئے اس کو پکارو۔“

نیز اخلاص روح کو وہ بالیدگی عطا کرتا ہے کہ انسان شیطان کے مکر و فریب کا شکار ہونے سے بچ جاتا ہے۔ اس حقیقت کا اعتراف خود شیطان نے اس وقت کیا تھا جب سجدہ نہ کرنے کی پاداش میں اسے مردود قرار دیا گیا۔

﴿قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَا غُيُوبَ لَهُمْ أَجْمَعِينَ ۝ إِلَّا عِبَادَكَ

مِنْهُمْ الْمُخْلِصِينَ ۝﴾ [ص: ۸۲، ۸۳]

”کہا تو قسم ہے تیری عزت کی! کہ میں ضرور بالضرور ان سب کو گمراہ کر دوں گا۔ مگر ان میں سے تیرے وہ بندے جو چنے ہوئے ہیں۔“

رسول اکرم ﷺ نے اسی بات کو ایک دلنشین پیرائے میں یوں بیان فرمایا:

انما الاعمال بالنیات و انما لكل امری ما نوى . (صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۱)

”سوائے اس کے نہیں اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے، اور آدمی کے لیے صرف وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔“

اس حدیث سے بھی واضح ہو جاتا ہے کہ اخلاص نیت کے بغیر عمل کرنے والے کو اس کا ثواب نہیں ملتا۔ حتیٰ کہ ہجرت جیسا عظیم عمل بھی اخلاص کی غیر موجودگی میں ثواب کے درجے کو نہیں پہنچتا۔

نیز رسول اکرم ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

((ان الله لا ينظر الى صوركم و اموالكم و لكن ينظر الى قلوبكم و اعمالكم .))

(صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۵۶۴)

”بلاشبہ اللہ تمہاری صورتوں اور اموال کی طرف نہیں دیکھتا ہاں لیکن تمہارے دل اور اعمال کی طرف دیکھتا ہے۔“

اس حدیث سے بھی اخلاص کی اہمیت حد درجہ واضح ہوتی ہے۔ نیز ایک لمبی حدیث میں ہے:

”قیامت کے روز اخلاص نیت کے فقدان کی بناء پر ایک قاری، ایک سخی اور ایک شہید کو تلاوت قرآن، سخاوت اور شہادت جیسے بلند ترین اعمال کے بجالانے کے باوجود جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔“ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۱۹۰۵)

اس لیے اگر کوئی عمل اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے نہ ہو بلکہ لوگوں کے دکھلاوے کی خاطر کیا جائے تو وہ روح میں ایسی کثافت پیدا کر دیتا ہے کہ اللہ کے ہاں شرک قرار پا جاتا ہے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((من صلى فقد اشرك و من صام

يرائى فقد اشرك و من تصدق يرائى فقد اشرك .)) (مسند احمد: ۱۲۶/۴)

”جس نے دکھلاوا کرتے ہوئے نماز پڑھی اس نے یقیناً شرک کیا، اور جس نے دکھلاوا کرتے ہوئے روزہ رکھا اس نے بھی شرک کیا، اور جس نے دکھلاوا کرتے ہوئے صدقہ کیا اس نے بھی شرک کیا۔“

اسی طرح حدیث قدسی ہے:

((انا اغنى الشركاء عن الشرك من عمل عملاً اشرك فيه معي غير تركته و شرکه .))

(صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۹۸۵)

یعنی ”اللہ اخلاص کی بجائے ریاکاری پر مشتمل عمل پر اتنا ناراض ہوتا ہے کہ اس شخص اور اس کے شرک سے بھی بے نیاز ہو جاتا ہے۔“

اسی لیے علماء و فقہاء اور صوفیاء کے ہاں اخلاص کو انتہائی اہم مقام حاصل ہے۔

امام شوکانی رحمہ اللہ کے نزدیک اخلاص کے ذریعے انسان اللہ کے سب سے قریب ہو جاتا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

((وهو المعيار الذي يكون به التفاضل والخصلة التي يكون صاحبها اولى بالله سبحانه و تعالى من غيره .))

(فتح القدیر، ص: ۹۷)

”اخلاص ہی وہ معیار ہے جس سے کمی بیشی ہوتی ہے اور یہی وہ خصلت ہے جس سے متصف اپنے غیر کی نسبت اللہ کا زیادہ اولیٰ ہوتا ہے۔“

مشہور صوفی بزرگ ابوعلی دقاق فرماتے ہیں:

((الاخلاص: التوقى عن ملاحظة

الخلق .)) (الرسالة القشيرية، ص: ۱۰۴)

”اخلاص: مخلوق کے ملاحظہ سے بچنا ہے۔“

دوسری خواہشات بھی ہو سکتی ہیں۔ لیکن یہ صرف اللہ کی رضا جوئی کے نصب العین کا خاصہ ہے کہ وہ انسان کو کبھی بہکنے نہیں دیتا۔ اسی وجہ سے اسلام میں پسند اور ناپسند کا معیار صرف اللہ کی رضا ہے اور اسی حقیقت کو اخلاص کہتے ہیں۔ یہی اخلاص عقیدہ توحید کی جان ہے۔ اور یہ عقیدہ توحید تعلق باللہ کا بنیادی ستون ہے۔

مشہور مفسر قرآن شیخ عبدالرحمن بن ناصر سعدی فرماتے ہیں:

وذلك الذي يصلح القلوب و يزكيها و يطهرها دون الشرك به في شيء من العبادة

فان الله برى منه . (تفسير سعدی، ص: ۶۶۴)

”یہی وہ چیز ہے جو دلوں کی اصلاح، ان کا تزکیہ اور ان کو پاک کرتی ہے نہ کہ کسی بھی عبادت میں اس کے ساتھ شرک کرنا کہ بلاشبہ اللہ اس سے بری ہے۔“

#### صدق:

اسلام کے روحانی نظام کا گیارہواں اصول، سچائی کا التزام کرنا ہے۔ سچائی نفس کی سرکشی اور طغیانی کو لگام دے کر اسے نیکی کے راستہ پر قائم رکھتی ہے۔ اللہ کی رضا کا باعث بنتی ہے۔ ایمان و اسلام کی تکمیل کرتی ہے۔ جنت کے راستہ کی طرف لے جاتی ہے اور جہنم کی طرف جانے والی پر خار اور پر خطر راہ سے انسان کو بچاتی ہے۔ نیز انبیاء کرام علیہم السلام کی مستقل صفت ہے۔ اسی لیے سچائی سے روح کو سکون ملتا ہے۔ عظمت حاصل ہوتی ہے اور اس کا درجہ اللہ کے ہاں بلند تر ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک سچا آدمی انعام یافتہ لوگوں کی فہرست میں شامل ہوتا ہے۔ اور فرشتوں کی گفتگو کا موضوع بن جاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصَّادِقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا﴾ [النساء: ۶۹]

”اور جو اللہ اور رسول کی فرماں برداری کرے تو یہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا، نبیوں اور صدیقوں

ذوالنون مصری اخلاص کی تین نشانیاں بیان فرماتے ہیں:

((استواء المدح والذم من العامة و نسيان روية الاعمال في الاعمال و نسيان اقتضاء ثواب العمل في الآخرة .)) (ايضاً، ص: ۱۰۴)

”عوام کی مدح و ذم کا برابر ہونا، اعمال میں اعمال کی رویت کو بھلا ڈالنا، اور آخرت میں عمل کے ثواب کے تقاضے کو بھول جانا۔“

جنید بغدادی کے نزدیک اخلاص اللہ اور بندے کے درمیان ایک راز جسے دوسرا کوئی نہیں جانتا۔ کہتے ہیں:

((الاخلاص: سر بين الله و بين العبد لا يعلمه ملك فيكتبه ولا شيطان فيفسده و لا هوى فيميله .)) (الرسالة القشيرية، ص: ۱۰۵)

”اخلاص بندے اور اللہ کے درمیان راز ہے، جسے نہ تو فرشتہ جانتا ہے کہ لکھ سکے نہ شیطان کہ خراب کر سکے اور نہ ہی خواہش کہ اس کو مائل کر سکے۔“

جبکہ ابوسلیمان کے نزدیک اخلاص ہو تو نفس و سواس اور ریا سے بچا رہتا ہے۔ (ایضاً، ص: ۱۰۵)

مشائخِ چشت اخلاص کی اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اصل نیت صالح می باید زیر آنچہ نظر خلق بر عمل است اما خدائے تعالیٰ را نظر بر نیت است“ (نوائد القوادس، ص: ۴۰)

مندرجہ بالا بحث سے معلوم ہوتا ہے کہ اخلاص انسانی روح کو خواہش نفس اور دنیا پرستی کی آلودگی سے پاک کرتا ہے اور انسان کسی کو دکھانے کی بجائے صرف اپنے رب کی رضا اور احکام کا پابند بن جاتا ہے۔ انسان صرف وہی چیز پسند کرتا ہے جو اس کے رب کو پسند ہو اور اس کی ناراضگی سے اس طرح ڈرتا ہے گویا اس کے تحت جلال کے سامنے کھڑا ہے۔ یہ اخلاص ہی ہے۔ جو انسانی روح کو شرک سے محفوظ رکھتا ہے۔ شریک کوئی بت اور صنم بھی ہو سکتا ہے، خاندان اور قبیلہ بھی ہو سکتا ہے، قوم اور وطن بھی ہو سکتے ہیں، شہرت، دکھاوا اور نفس کی

اور شہداء اور صالحین میں سے اور یہ لوگ اچھے ساتھی ہیں۔“  
انعام یافتہ افراد میں انبیاء علیہم السلام کے فوراً بعد صدیقین کا ذکر اس حقیقت کا غماز ہے کہ ان کی روح بلندی کے کس درجہ کو چھو چکی ہے۔  
نیز اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے صدیقین کی معیت اختیار کرنے کا حکم دیا۔  
چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ  
الصَّادِقِينَ﴾ [التوبة: ۱۱۹]

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ۔“

نیز قرآن پاک نے یہ تصدیق بھی کی کہ سچا آدمی متقی اور پرہیزگار ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِينَ جَاءُوا بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ  
الْمُتَّقُونَ﴾ [الزمر: ۳۳]

”اور وہ شخص جو سچ لے کر آیا اور جس نے اس کی تصدیق کی یہی لوگ بچنے والے ہیں۔“

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں احسان اور تقویٰ کی صفات ہوں گی تو وہ لازماً صدق ہی کا نتیجہ ہیں۔ کیوں کہ سچائی کے راستہ کو وہی شخص بآسانی اختیار کر سکتا ہے جسے یقین ہو کہ مجھے اپنے رب کے سامنے پیش ہونا ہے۔ علامہ عبدالرحمن بن ناصر السعدی اسی لیے لکھتے ہیں:

فان جميع خصال التقوى ترجع الى الصدق  
بالحق والتصديق به . (تفسير سعدی، ص: ۲۷۰)  
”تقویٰ کی تمام خصلتیں حق کی سچائی اور اس کی تصدیق کی طرف لوٹتی ہیں۔“

نیز سچوں کی صفت بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

فصدقه يدل على علمه و عدله و تصديقه  
يدل على تواضعه و عدم استكباره .

(ایضاً، ص: ۶۷۰)

”اس کی سچائی اس کے علم و عدل پر دلیل ہے اور اس کی

تصدیق تو واضح اور عدم تکبر پر دلیل ہے۔“  
نیز اللہ نے اپنے انبیاء علیہم السلام کو عظیم ترین مرتبہ پر فائز ہونے کے باوجود صدیق کے لفظ سے متصف کیا اور صدق کی عظمت کو اجاگر کیا۔  
ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اذْكُرْ فِي الْكِتَابِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا﴾

[مریم: ۴۱]

”اور اس کتاب میں ابراہیم کا ذکر کر، بے شک وہ بہت سچا تھا، نبی تھا۔“

ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کا تعارف یوں کروایا:

﴿وَ اذْكُرْ فِي الْكِتَابِ اِسْمٰعِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ  
وَ كَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا﴾ [مریم: ۵۴]

”اور کتاب میں اسماعیل کا ذکر کر، یقیناً وہ وعدے کا سچا تھا اور ایسا رسول جو نبی تھا۔“

ادریس علیہ السلام کا تعارف یوں کروایا:

﴿وَ اذْكُرْ فِي الْكِتَابِ اِدْرِيسَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا﴾

[مریم: ۵۶]

”اور کتاب میں ادریس کا ذکر کر، بے شک وہ ایسا نہایت سچا تھا، جو نبی تھا۔“

نیز سچے لوگوں کی تعریف میں یہ بھی ارشاد ہوا۔

﴿مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ  
عَلَيْهِ﴾ [الأحزاب: ۲۳]

”مومنوں میں سے کچھ مرد ایسے ہیں جنہوں نے وہ بات سچ کہی جس پر انہوں نے اللہ سے عہد کیا۔“

مزید یہ کہ صادقین اور صداقات کو مغفرت اور اجر عظیم کی خوشخبری پانے والوں میں شمار کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَالصَّادِقِينَ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرِينَ  
وَالْغَشِيَّةِ وَالْغَشِيَّةِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقِينَ  
وَالصَّائِرِينَ وَالصَّائِرِينَ وَالْحَفِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَ

الْحَفِظَاتِ وَالذَّكِرِينَ اللَّهُ كَفِيرًا وَالذَّكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ﴿٣٥﴾ [الأحزاب: ۳۵]  
 ”اور سچے مرد اور سچی عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں اور صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کا بہت ذکر کرنے والے مرد اور ذکر کرنے والی عورتیں، ان کے لیے اللہ نے بڑی بخشش اور بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔“

رسول اکرم ﷺ نے سچائی اختیار کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا:  
 ((عليكم بالصدق فان الصدق يهدي الى البر وان البر يهدي الى الجنة وما يزال الرجل يصدق ويتحرى الصدق حتى يكتب عند الله صديقاً.))

(صحیح مسلم، رقم الحديث: ۲۶۰۷)  
 ”سچائی کو لازم پکڑو یقیناً سچائی نیکی کی طرف راہنمائی کرتی ہے اور نیکی جنت کی طرف، اور آدمی سچ بولتا، سچ تلاش کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اللہ کے ہاں صدیق لکھ دیا جاتا ہے۔“  
 سچائی کے ثمرات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ضمیر پر سکون اور دل مطمئن ہو جاتا ہے۔ روح کو نشاط و انبساط حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:  
 ((فان الصدق طمانينة))

(جامع الترمذی، رقم الحديث: ۲۵۱۸)  
 ”سچائی اطمینان ہے۔“  
 یہی وہ اطمینان نفس کی کیفیت ہے جس سے شہداء کا مقام حاصل ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:  
 ((من سأل الله الشهادة بصدق بلغه الله

منازل الشهداء و ان مات على فراشه.))

(صحیح مسلم، رقم الحديث: ۱۹۰۹)  
 ”جس نے سچائی کے ساتھ اللہ سے شہادت کا سوال کیا اللہ اُسے شہداء کے مرتبے پر پہنچا دے گا اگرچہ وہ اپنے بستر پر ہی فوت ہوا ہو۔“

لہذا سچائی ایک ایسا وصف ہے جو انسان کے ظاہر و باطن کو یکساں رکھتا ہے۔ روح کو نفاق کی بیماری سے بچاتا ہے۔ خیانت اور دھوکے سے محفوظ رکھتا ہے۔ اور اللہ کے ہاں درجات کے حصول کا ذریعہ بنتا ہے۔  
 امام غزالی نے صدق کے چھ مراتب بیان کیے ہیں:

صدق قول، صدق نیت و ارادہ، صدق عزم، صدق وفاء عزم، صدق عمل، صدق تحقیق مقامات دین۔ لہذا جو شخص ان تمام مراتب صدق کا حامل ہو وہ صدیق ہے۔ نیز صدق کی عظمت کے لیے یہ کافی ہے کہ اللہ نے انبیاء علیہم السلام کی ثنا میں اس فضیلت کا ذکر کیا ہے۔ اس بحث سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ صدق و سچائی انسانی روح کا زیور اور اس کی آرائش ہے۔ نیز انبیاء علیہم السلام کا ہم نشین ہے۔ چنانچہ امام قشیری نقل فرماتے ہیں:

الصدق: عماد الامر به تمامه و فيه نظامه و هو تالى درجة النبوة.

(الرسالة القشيرية، ص: ۱۰۵)  
 ”سچائی معاملے کا ستون، اس کی تکمیل اور اسی میں اس کا نظام ہے اور یہی نبوت کے درجے کے بعد ہے۔“  
 تواضع وانکسار:

اسلام کے روحانی نظام کا بارہواں بنیادی اصول؛ تواضع اور انکسار ہے۔ روح انسانی تکبر کی بناء پر پست ترین مقام کا سفر کرتی ہے۔ تواضع میں رفعت اور بلندی ہے اور یہی وجہ ہے کہ متواضع انسان اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ہاں اعلیٰ مقام پر فائز ہو جاتا ہے۔  
 اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے تواضع کی اسی اہمیت کے پیش نظر اپنے نبی ﷺ کو بھی حکم دیا ہے کہ وہ تواضع اختیار کریں:



﴿وَ أَخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝﴾

[الشعراء: ۲۱۵]

”اور اپنا بازو اس کے لیے جھکا دے جو ایمان والوں میں سے تیرے پیچھے چلے۔“

اسی طرح اللہ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا ۝﴾

[بنی اسرائیل: ۳۷]

”اور زمین میں اکڑ کر نہ چل، بے شک تو نہ کبھی زمین کو پھاڑے گا اور نہ کبھی لمبائی میں پہاڑوں تک پہنچے گا۔“

نیز اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے اولیاء کی صفت بیان کرتے ہوئے

ارشاد فرمایا:

﴿إِذْلِقْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةً عَلَى الْكُفْرِينَ﴾

[المائدة: ۵۴]

”مومنوں پر بہت نرم ہوں گے، کافروں پر بہت سخت۔“

تواضع سے اللہ کی محبت نصیب ہوتی ہے جبکہ تواضع کرنے والوں کا صلہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا

فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۝﴾ [القصص: ۸۳]

”یہ آخری گھر، ہم اسے ان لوگوں کے لیے بناتے ہیں جو نہ زمین میں کسی طرح اونچا ہونے کا ارادہ کرتے ہیں اور نہ کسی فساد کا۔“

ان آیات سے واضح ہو جاتا ہے کہ روح انسانی کی پاکیزگی اور شرف و عظمت کے لیے ضروری ہے کہ انسان ذلت و بے قدری سے اجتناب کرتے ہوئے تواضع کا شیوہ اختیار کرے، تاکہ اللہ کے ہاں ارفع و اعلیٰ درجات کا مستحق بن سکے۔ جیسا کہ خود رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((وما تواضع احد لله الا رفعه الله))

(صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۵۸۸)

”اللہ کے لیے کسی نے بھی تواضع اختیار نہیں کی مگر اللہ نے اس کو رفعت سے نوازا ہے۔“

نیز آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کی وحی میں سے یہ بھی ہے کہ انسان تواضع اختیار کرے۔

((ان الله اوحى الى ان تواضعوا حتى لا

يفخر احد على احد ولا يبغى احد على

احد .)) (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۸۶۵)

تواضع کی اسی اہمیت کے تحت ہر نبی علیہ السلام نے بکریاں چرائیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ما بعث الله نبيا الا رعى الغنم، فقال

اصحابه: وانت؟ قال: نعم كنت ارعاها

على قراريط لاهل مكة .))

(صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۲۲۶۲)

”اللہ نے جو بھی نبی مبعوث فرمایا اس نے بکریاں چرائیں،

آپ ﷺ کے صحابہ کہنے لگے: آپ بھی؟ آپ ﷺ نے

فرمایا: ہاں، میں اہل مکہ کے لیے مقررہ قراریط کے عوض

بکریاں چرایا کرتا تھا۔“

چونکہ تواضع کی ضد کبر اور غرور ہے۔ لہذا اُس سے نفرت دلاتے ہوئے فرمایا:

((الا اخبركم باهل النار؟ كل عتل جواظ

مستكبر .)) (صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۶۰۷۱)

”کیا میں تمہیں اہل نار کے متعلق آگاہ نہ کروں؟ ہر تندخو،

اُجڈ تکبر کرنے والا۔“

قرآن و سنت کی ان تصریحات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ

تواضع رفع درجات کا سبب اور روح انسانی کے شرف کا باعث ہے،

جب کہ غرور و تکبر نفس کو شیطنیت اور قساوت پر مائل کر کے جہنم میں

لے جانے کا باعث ہے، لہذا یہ انسان کی عظمت ہے کہ وہ متواضع

اور متکبر المزاج ہو۔



## تواضع اور ذلت میں فرق:

اس فرق کا سمجھنا انتہائی ضروری ہے۔ انسان اگر اللہ کی رضا کے لیے اپنے اصل رتبہ سے کم پر راضی ہو جائے تو اس کو تواضع کہتے ہیں اور اگر حظ نفس کی خاطر اپنی ذلت و رسوائی اور ہانتِ نفس پر آمادہ ہو تو اسے ذلت کہتے ہیں۔ اس لیے تواضع ایک فضیلت اور ذلت ایک رذیلہ ہے۔

## جو دو سخا:

اسلام کے روحانی نظام کا تیرھواں بنیادی اصول: جو دو سخا ہے۔ سخاوت نفس انسانی کی عظمت اور روح کا وقار ہے۔ ایمان دار کنجوس اور بخیل نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ کنجوسی اور بخل دو مذموم صفات ہیں، جو خباثتِ نفس کی بناء پر پیدا ہوتی ہیں۔ جبکہ مومن کا نفس و دل ایمان اور عمل کی بنا پر طہارت سے ہم کنار ہوتے ہیں۔ لہذا ایمان دار کنجوس اور بخیل نہیں ہوتا۔

ارشادِ بانی ہے۔

﴿وَمَنْ يُؤَشِّحْ نَفْسَهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾

[الحشر: ۹]

”اور جو کوئی اپنے نفس کی حرص سے بچا لیا گیا تو وہی لوگ

ہیں جو کامیاب ہیں۔“

اس آیت میں صراحت ہے کہ انسان اسی صورت میں فلاح حاصل کر سکتا ہے جب وہ نفس کی کنجوسی سے پاک ہو۔

مقاتل کا کہنا ہے۔

((شح نفسہ حرص نفسہ .))

(فتح القدیر، ص: ۱۴۷۶)

یعنی ”شح نفس نفس کی حرص ہے۔“

جب کہ ایک قول یہ بھی ہے۔

((الشح اشد من البخل)) (ایضاً، ص: ۱۴۷۶)

”حرص بخل سے بھی سخت ہے۔“

نیز جو لوگ جو دو سخا کا مظاہرہ کرتے ہیں؛ بخل اور کنجوسی سے پرہیز

کرتے ہیں؛ تعریف و توصیف کے مستحق بن جاتے ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

﴿إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ۝ إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا ۝ وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا ۝ إِلَّا الْمُسْلِمِينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ ۝ وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ ۝ لِلنَّسَائِلِ وَالْمَحْرُومِ ۝﴾ [المعارج: ۱۹-۲۵]

”بلاشبہ انسان تھڑدلا پیدا کیا گیا ہے۔ جب اسے تکلیف پہنچتی ہے تو بہت گھبرانے والا ہے۔ اور جب اسے بھلائی ملتی ہے تو بہت روکنے والا ہے۔ سوائے نماز ادا کرنے والوں کے۔ وہ جو اپنی نماز پر پیشگی کرنے والے ہیں۔ اور وہ جن کے مالوں میں ایک مقرر حصہ ہے۔ سوال کرنے والے کے لیے اور (اس کے لیے) جسے نہیں دیا جاتا۔“

نیز جو دو سخا کی عظمت اور فضیلت میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا:

﴿فَأَمَّا مَنْ آتَقَى ۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى ۝ فَسَنِّيْسِرُهُ لِلْيُسْرَى ۝ وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَى ۝ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَى ۝ فَسَنِّيْسِرُهُ لِلْعُسْرَى ۝ وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدَّى ۝ إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدَى ۝﴾

[اللیل: ۵-۱۲]

”پس لیکن وہ جس نے دیا اور (نا فرمانی سے) بچا۔ اور اس نے سب سے اچھی بات کو سچ مانا۔ تو یقیناً ہم اسے آسان راستے کے لیے سہولت دیں گے۔ اور لیکن وہ جس نے بخل کیا اور بے پروا ہوا۔ اور اس نے سب سے اچھی بات کو جھٹلایا۔ تو یقیناً ہم اسے مشکل راستے کے لیے سہولت دیں گے۔ اور اس کا مال اس کے کسی کام نہ آئے گا جب وہ (گڑھے میں) گرے گا۔ بلاشبہ ہمارے ہی ذمے یقیناً راستہ بتانا ہے۔

ان آیات کی تفسیر میں شیخ عبدالرحمن بن ناصر السعدی لکھتے ہیں:

((بان يكون قصده به تزكية نفسه و تطهيرها من الذنوب و لا دناس)) (تفسیر سعدی، ص: ۸۵۷)

”اس کا مقصود اپنے نفس کا تزکیہ اور گناہوں و نجاست سے پاک کرنا ہو۔“

جمہور مفسرین کے نزدیک یہ آیات ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئیں۔

((قال المفسرون: نزلت هذه الآيات في ابى بکر الصديق اشترى ستة نفر من المؤمنين كانوا في ایدی اهل مكة يعذبونهم في الله.)) (تفسير فتح القدیر، ص: ۱۶۲۹)

”یہ آیات ابو بکر صدیق کی بابت نازل ہوئیں، اہل مکہ کے مملوکوں میں سے چھ مومنوں کو انھوں نے خرید کر آزاد کر دیا جن کو اللہ پر ایمان کی پاداش میں عذاب دیا جاتا تھا۔“

اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ روحانی اعتبار سے جس مقام پر فائز تھے۔ وہ کسی بھی شک و شبہ سے بالاتر ہے۔

نیز رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((لا حسد الا فی اثنتین: رجل اتاه الله مالا فسلط على هلكته في الحق ورجل اتاه الله الحكمة فهو يقضي بها و يعلمها.))

(صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۷۳)

”حسد صرف دو آدمیوں سے متعلق ہے: ایک وہ آدمی جسے

اللہ مال دے تو حق میں اس کو صرف کرنے پر لگا دے۔ دوسرا وہ آدمی جسے اللہ حکمت عطا فرمائے تو وہ اس کو سکھائے اور

اسی سے فیصلہ کرے۔“

نیز بخل کی مذمت میں رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((اتقوا الشح فان الشح اهلك من كان قبلکم.)) (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۵۷۸)

”حرص سے بچو! حرص ہی نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا۔“

نیز یہ بخل ہی ہے، دولت کا لالچ ہی ہے، جو نفس انسانی کو ہر آرام اور راحت سے محروم کر دیتا ہے، اعصاب اور جسم و روح تھک جاتے ہیں اور مال کمانے کا سلسلہ اس وقت تک جاری رہتا ہے، جب تک انسان اور اس کی خواہشات کے درمیان قبر کی مٹی حائل نہیں ہو جاتی۔ اس لیے روح انسانی کی ترقی کے لیے ضروری ہے کہ جو دو سخا انسان کی فطرت ثانیہ بن جائے۔ اس لیے انسان کا دل اگر مال کی محبت سے پاک ہو جائے تو اس کے لیے نیکیوں کا سفر آسان ہو جاتا ہے اور اس کے برعکس صورت حال میں نیکی کا ہر کام جوئے شیر لانے کے مترادف ہوتا ہے۔

### بقیہ: اربعین اعتقادی

۱: مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ۔ معراج کی لمبی حدیث میں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پس بیت المعمور میرے سامنے ظاہر کیا گیا، میں نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ یہ بیت المعمور ہے، اس میں روزانہ ستر ہزار فرشتے نماز پڑھتے ہیں اور جو ایک مرتبہ نماز پڑھ کر نکل جاتا ہے تو پھر کبھی دوبارہ لوٹا نہیں ہے۔“

فوائد:

- ۱: فرشتے اللہ عز و جل کے لشکر ہیں۔
- ۲: فرشتوں کی تعداد بہ کثرت ہے جسے اللہ عز و جل ہی جانتا ہے۔ ان کی کثرت تعداد کا اندازہ مذکور حدیث سے عیاں ہوتا ہے کہ روزانہ ستر ہزار فرشتے بیت المعمور میں نماز ادا کرتے ہیں تو پھر قیامت تک ان کی باری نہیں آتی۔
- ۳: فرشتوں کی عبادت گاہ بیت المعمور ہے جو آسمانوں پر ہے۔ معراج مصطفیٰ ﷺ ہر حق ہے اور معراج روح مع الجسد ثابت ہے۔
- ۵: معراج کے موقع پر جبریل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے۔
- ۶: رسول اللہ ﷺ کے بیت المعمور دیکھنے کا ثبوت ملتا ہے۔
- ۷: نبی کریم ﷺ عالم الغیب نہیں ہیں، اگر عالم الغیب ہوتے تو جناب جبریل علیہ السلام سے سوال نہ کرتے۔

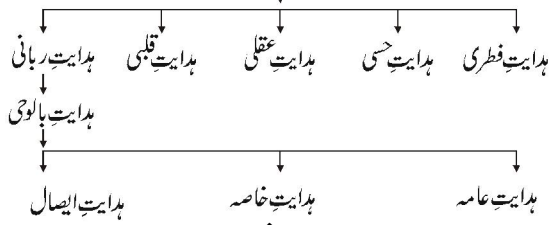
## نظام ربوبیت اور اقسامِ ہدایت

پروفیسر عبدالعظیم جانباڑ، سیالکوٹ

۱۶

ہے اور نہ روشِ بندہ پروری۔ ربِّ کائنات نے انسان کو بلکہ ہر ذی روح کو اس کے حسبِ حال ذرائعِ ہدایت سے نوازا ہے۔ یہ ہدایت بنیادی طور پر درج ذیل پانچ اقسام پر مشتمل ہے، جب کہ آخری قسم ہدایت مزید تین صورتوں میں پائی جاتی ہے:

اقسامِ ہدایت



۱۔ ہدایت فطری (ہدایتِ وجدانی):

مولانا شبلی نعمانی اور ابوالکلام آزاد اسے ”ہدایتِ وجدانی“ سے تعبیر کرتے ہیں۔ بقول ابوالکلام: وجدان کی ہدایت یہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں ہر مخلوق کی طبیعت میں کوئی ایسا اندرونی الہام موجود ہے جو اسے زندگی اور پرورش کی راہوں پر خود بخود لگا دیتا ہے اور وہ خارجی رہنمائی و تعلیم کی محتاج نہیں ہوتی۔ بچہ انسان کا ہو یا حیوان کا، جو نبی شکمِ مادر سے باہر آتا ہے خود بخود معلوم کر لیتا ہے کہ اس کی غذا ماں کے سینے میں ہے اور جب پستانِ منہ میں لیتا ہے تو جانتا ہے کہ اُسے چوسنا چاہیے۔ بلی کے بچوں کو ہمیشہ دیکھتے ہیں کہ ابھی ابھی پیدا ہوئے ہیں، ان کی آنکھیں بھی نہیں کھلی ہیں لیکن ماں جوشِ محبت میں انہیں چاٹ رہی ہے، وہ اس کیسینے پر منہ مار رہے ہیں۔ یہ بچہ جس نے اس دنیا میں ابھی ابھی قدم رکھا ہے، جسے خارج کے مؤثرات نے چھوا تک نہیں، وہ کس طرح معلوم کر لیتا ہے کہ اسے پستانِ منہ میں لے لینا چاہیے اور اس کی غذا کا سرچشمہ یہیں ہے؟ یقیناً وہ فطری

جس طرح انسان کے جسمانی وجود کی تکوین و تکمیل کے لیے نظامِ ربوبیت کے حسین و جمیل جلوے پوری آب و تاب کے ساتھ ہر جگہ اور ہر مرحلے پر کارفرما نظر آتے ہیں، یہی رنگ اور ڈھنگ انسان کے شعوری ارتقاء کے نظام میں بھی نظر آتا ہے۔ خلاقِ عالم کے حسنِ ربوبیت نے انسان کی جسمانی ساخت اور پرورش کی ذمہ داری نبھانے کے ساتھ ساتھ اس کی مختلف ضرورتوں کی تکمیل کے لیے اسے ایک مرحلہ وار نظامِ ہدایت سے بھی نوازا ہے، جس سے وہ اپنے ہر مرحلہٴ حیات پر نہ صرف مختلف ضروریات و مقتضیات کو جانتا اور پہچانتا ہے بلکہ اُن کی تسکین و تکمیل کے لیے مختلف راستے اور وسائل بھی تلاش کرتا ہے۔ وہ جوں جوں عمر کے مختلف ادوار طے کرتا چلا جاتا ہے اس کی ضرورتیں بدلتی چلی جاتی ہیں، اُن میں تنوع اور تنوع کے ساتھ ساتھ مسلسل اضافہ بھی ہوتا چلا جاتا ہے، پہلے سے موجود طبعی ذرائعِ ہدایت اس کی نئی حاجات اور تقاضوں کو پورا کرنے سے قاصر ہو جاتے ہیں، سو خود بخود داغلی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے نئے دروازے کھل جاتے ہیں اور یوں انسان کا شعوری سفر اپنی منزل کی طرف جاری رہتا ہے۔ اس شعوری پرورش کی ذمہ داری بھی ربِّ کائنات نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے اور وہ اُس کا آغاز بھی زمانہٴ حمل سے کر دیتا ہے۔ پھر یہ سلسلہ پیدائش کے بعد بھی ایک نظم کے تحت مختلف مراحل سے گزرتا ہوا جاری رہتا ہے۔

اللہ رب العالمین نے اپنے نظامِ ربوبیت کا جلوہٴ کمال انسانی زندگی کو مختلف قسم کی ہدایتوں سے سرفراز فرما کر دکھایا ہے۔ اگر ماحولیاتی ضرورتیں، تقاضے اور حقائق کی نوعیتیں جدا جدا ہوں مگر ذریعہٴ ہدایت اور ماہیتِ ہدایت ایک ہی ہو تو صاف ظاہر ہے کہ یہ تقاضائے پرورش

ہدایت ہے اور یہی وہ فطری ہدایت ہے جو حواس و ادراک کی روشنی نمودار ہونے سے بھی پہلے ہر مخلوق کو اس کی پرورش و زندگی کی راہوں پر لگا دیتی ہے۔

بلاشبہ یہ رب کی عطا کی ہوئی فطری ہدایت ہے، جس کا الہام ہر مخلوق کے اندر اپنی نمود رکھتا ہے اور جو ان پر زندگی اور پرورش کی تمام راہیں کھول دیتا ہے۔ یہ ہدایت ہر ذی روح کی پیدائش کے ساتھ ہی عطا کردی جاتی ہے۔

اس کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح آیا ہے:

﴿رَبُّنَا الَّذِي أَعْطَى كُلَّ شَيْءٍ حَلْقَهُ ثُمَّ هَدَى﴾

[طہ: ۵۰]

”ہمارا رب وہی ہے جس نے ہر چیز کو وجود بخشا، پھر اس کی رہنمائی کی۔“

## ۲۔ ہدایت حسی:

ہدایت کا دوسرا مرتبہ حواس اور مدارک حسی کی ہدایت ہے اور وہ اس درجہ واضح و معلوم ہے کہ تشریح کی ضرورت نہیں، ہم دیکھتے ہیں کہ اگرچہ حیوانات اس جوہر دماغ سے محروم ہیں، جسے فکر و عقل سے تعبیر کیا جاتا ہے تاہم قدرت نے انہیں احساس و ادراک کی وہ تمام قوتیں دے رکھی ہیں جن کی زندگی و معیشت کے لیے ضرورت تھی اور ان کی مدد سے وہ اپنے رہنے سہنے، کھانے پینے، توالد و تناسل اور حفاظت و نگرانی کے تمام وظائف حسن و خوبی کے ساتھ انجام دیتے رہتے ہیں، پھر حواس و ادراک کی یہ ہدایت ہر حیوان کے لیے ایک ہی طرح کی نہیں ہے بلکہ ہر وجود کو اتنی ہی اور ویسی ہی استعداد دی ہے جتنی اور جیسی استعداد اس کے احوال و ظروف کے لیے ضروری تھی، حیوان کی قوت شامہ نہایت دور رس ہوتی ہے، اس لیے کہ اسی قوت کے ذریعے وہ اپنی غذا حاصل کر سکتی ہے۔ چیل اور عقاب کی نگاہ تیز ہوتی ہے کیونکہ اگر ان کی نگاہ تیز نہ ہوتی تو بلندی میں اڑتے ہوئے اپنا شکار دیکھ نہ سکیں۔

یہ ہدایت جو حواسِ خمسہ کے ذریعے میسر آتی ہے، اس کا ذکر قرآن

مجید ’سمع‘ و ’بصر‘ کے حوالے سے یوں کرتا ہے:

﴿إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ

مَسْئُولًا﴾ [نبی اسرائیل: ۳۶]

”بے شک کان اور آنکھ اور دل، ان میں سے ہر ایک سے باز پرس ہوگی۔“

﴿وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ﴾

[ملک: ۲۳]

”اور اس نے تمہارے لیے کان، آنکھیں اور دل بنایا ہے۔“

## ۳۔ ہدایت عقلی:

ہدایت عقلی؛ عقل اور فہم و تدبر سے میسر آتی ہے، اس کا ذکر قرآن مجید قلب، عقل، فؤاد اور تعقل و تدبر کے الفاظ میں کرتا ہے، چنانچہ جابجا ارشاد ہوتا ہے:

﴿أَفَلَا تَعْقِلُونَ﴾

”تم غور و فکر کیوں نہیں کرتے؟“

﴿أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ﴾

”وہ تدبر اور بصیرت سے کام کیوں نہیں لیتے؟“

## ۴۔ ہدایت قلبی:

ہدایت قلبی تزکیہ نفس کے ذریعے دل کی صفائی اور باطنی روشنی سے میسر آتی ہے، اس کا ذکر قرآن مجید ’علم لدنی‘ کے الفاظ میں کرتا ہے، جیسا کہ حضرت خضر علیہ السلام کے بارے میں فرمایا گیا ہے:

﴿اتَّيْنَاهُ رَحْمَةً مِّنْ عِزِّدُنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِن لَّدُنَّا عِلْمًا﴾

[الکہف: ۶۵]

”ہم نے اسے اپنی بارگاہ سے رحمتِ خاص سے نوازا تھا اور

ہم نے اسے اپنے پاس سے علم سکھایا تھا۔“

یہاں تک ہدایت اور رہنمائی کی جتنی صورتیں بھی بیان ہوئیں سب ظنی تھیں اور ان میں خطا کا احتمال باقی تھا، ان سے حاصل ہونے والا علم یقینی اور قطعی نہیں ہو سکتا۔ اس سے حاصل ہونے والے نتائج خواہ کتنے ہی صحیح کیوں نہ ہوں لیکن غلطی کا امکان پھر بھی باقی رہتا ہے،

کیونکہ ان میں انسانی کسب کو دخل حاصل ہے۔

۵۔ ہدایتِ ربانی (ہدایتِ بالوحی):

اس کی مزید تین قسمیں ہیں:

۱..... ہدایتِ عامہ:

یہ وہ یقینی ہدایت ہے جو انبیائے کرام کو بصورتِ وحی عطا ہوتی ہے اور ان کے ذریعے وہ عام انسانوں تک پہنچائی جاتی ہے، اس کا ذکر قرآن مجید میں یوں ملتا ہے:

﴿وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا﴾ [السجدة: ۲۴]

”اور ہم نے ان میں سے پیشوا بنائے جو انہیں ہمارے حکم کی رہنمائی عطا کرتے ہیں۔“

اسی طرح ارشاد فرمایا گیا:

﴿قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ﴾ [البقرة: ۲۶۵]

”بے شک ہدایت گمراہی سے واضح طور پر ممتاز ہو چکی ہے۔“

﴿فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفُرْ﴾ [الكهف: ۲۹]

”پس جو چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے انکار کر دے۔“

ایک اور مقام پر اس ہدایت کا ذکر یوں کیا گیا:

﴿إِنَّا هَدَيْنَاكَ السَّبِيلَ إِنَّمَا شَاكَرًا وَإِنَّمَا كَفُورًا﴾

[الدھر: ۳]

”بے شک ہم نے اسے سیدھی راہ دکھا دی ہے، اب چاہے

وہ مان لے یا انکار کر دے۔“

یہ ہدایت تمام بنی نوع انسان کے لیے ہوتی ہے۔ اس میں کسی کو امتیاز حاصل نہیں ہوتا، تمام انبیائے کرام کی دعوت اسی ہدایت پر مشتمل ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے قرآن خود کو ”ہدیٰ للناس“ کہتا ہے کہ یہ قرآن تمام انسانوں کے لیے ہدایت ہے۔ یعنی تمام انسانوں کو بلا امتیاز رنگ و نسل نورِ ہدایت مہیا کرتا ہے اور ہر ایک کو جہالت و گمراہی کے اندھیروں سے نکال کر علم و ہدایت کے اجالوں کی طرف لے آتا ہے۔ یہ ہدایت ہر ایک کو زندگی کا مقصد اور منزل کا شعور عطا کرتی ہے۔ اسے ہدایتِ عامہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

۲..... ہدایتِ خاصہ (ہدایتِ الطریق):

یہ ہدایت ربانی کا دوسرا درجہ ہے، جو ہدایتِ عامہ کے بعد بالخصوص اہل ایمان کو نصیب ہوتا ہے۔ جو لوگ انبیاء کی دعوت پر ایمان لانے کے بعد سعادتِ اخروی کی منزلِ مقصود کے حصول کے لیے کوشاں ہو جاتے ہیں انہیں باری تعالیٰ اس خاص ہدایت کی دولت سے سرفراز فرماتے ہیں۔ یہ ہدایت اس راستے کی مفصل نشان دہی پر مبنی ہوتی ہے جو اصل منزل تک پہنچاتا ہے۔

اس کا ذکر قرآن مجید میں یوں ملتا ہے:

﴿وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ يَهْدِ اللَّهُ قَلْبَهُ﴾ [التغابن: ۱۱]

”اور جو کوئی اللہ پر ایمان لے آئے اس کے دل کو صحیح رہنمائی عطا کر دی جاتی ہے۔“

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ يَهْدِيهِمْ رَبُّهُمْ﴾

[يونس: ۹]

”بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے

انہیں ان کا رب ان کے ایمان کے باعث (جنتوں تک)

پہنچا دے گا۔“

صاف ظاہر ہے کہ یہ ہدایت کا وہ مقام ہے جو صرف ایمان اور اعمالِ صالحہ کے نتیجے میں سامنے آتا ہے۔

مزید ارشاد فرمایا گیا:

﴿فَهَدَى اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا﴾ [البقرة: ۲۱۳]

”پھر اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو ہدایت دی۔“

﴿وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾

[العنکبوت: ۶۹]

”جو لوگ ہماری راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں ہم یقیناً ان پر اپنے

راستے کھول دیتے ہیں۔“

یہ ہدایتِ عامہ سے بلند ہدایت ہے جو ہر شخص کے لیے مقرر نہیں، یہ صرف انہی لوگوں کے لیے خاص ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں۔



ارشاد فرمایا گیا: ﴿وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى﴾ [محمد: ۱۷]  
 ”اور جن لوگوں نے ہدایت پائی، اللہ نے ان کی ہدایت میں  
 مزید اضافہ کر دیا۔“

۳..... ہدایت ایصال (ہدایۃ الایصال):

یہ وہ آخری اور حتمی ہدایت ہے جس میں منزل مقصود تک کامیابی  
 و کامرانی کے ساتھ پہنچنے کی قطعی ضمانت عطا کی جاتی ہے۔ یہ ہدایت  
 عام اہل ایمان کے لیے بھی نہیں بلکہ صرف ان مومنوں کے لیے ہے جو  
 تقویٰ کی شرائط کو پورا کرتے ہیں۔ اس میں نہ صرف منزل مقصود کی  
 روشنی مہیا کی جاتی ہے اور اس کے راستے کی نشان دہی کی جاتی ہے بلکہ  
 راہِ حق کے مسافروں کو خیر و عافیت کے ساتھ منزل مقصود تک پہنچا بھی  
 دیا جاتا ہے۔ یہ رہنمائی کی سب سے اعلیٰ صورت ہے جس کی ضمانت  
 قرآن مجید کے علاوہ دنیا کی کوئی اور کتاب مہیا نہیں کر سکتی۔

اس کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

﴿سَيَهْدِيهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ﴾ [محمد: ۵]

”اللہ تعالیٰ عنقریب انہیں اپنی منزل تک پہنچائے گا اور اس کا  
 حال سنوار دے گا۔“

اسی طرح اہل جنت اپنی منزل جنت کو پا کر کہیں گے:

﴿الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي هَدَانَا لِهٰذَا﴾ [الاعراف: ۴۳]

”سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے ہمیں یہاں  
 تک پہنچایا۔“

قرآن حکیم اپنی رہنمائی کے اس درجے کا ذکر ان الفاظ میں بھی  
 کرتا ہے:

﴿اِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ اَقْوَمُ﴾

[بنی اسرائیل: ۹]

”بے شک یہ قرآن اس (منزل) کی رہنمائی کرتا ہے جو  
 سب سے درست ہے۔“

ہدایت ایصال کے میسر آ جانے کے بعد گمراہی کا کوئی امکان باقی  
 نہیں رہتا۔ ❶

❶ فاضل مؤلف کے مضمون - مع اصطلاحات - میں کچھ اجمال اور کچھ خطا بھی ہے۔ مختصر تنبیہ کر دی جاتی ہے: ہدایت فطری اور ہدایت حسی میں ظن نہیں بلکہ قطعیت  
 ہے اگر ان کو اسی معنی میں لیا جائے جس میں فاضل مؤلف نے لیا ہے، ہدایت عقلی کی فاضل مؤلف نے تفصیل بیان نہیں کی۔ ویسے وہ ہدایت ربانی میں ایک جہت  
 سے داخل ہے اور فطری میں ایک جہت سے۔ جب کہ ہدایت قلبی سے مراد اگر علم مکاشفہ وغیرہ ہے تو وہ واقعی قطعی نہیں اور اگر تزکیہ نفس مراد ہے تو اس کا انجام قطعی  
 ہے جو اللہ کی رضا کی صورت میں ہوگا۔ اس معنی میں ہدایت قلبی ہدایت ربانی میں داخل ہے۔

ہدایت عامہ کو ہدایت بیان و ارشاد سے تعبیر کرنا چاہیے جس کا اس آیت میں اثبات ہے: ﴿وَإِنكَ لَتَهْدِي السَّبِيلَ صِرَاطَ مُسْتَقِيمٍ﴾ اور ہدایت ایصال کو  
 ہدایت توفیق سے جس کی اس آیت میں نبی ﷺ سے نفی ہے: ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ﴾ تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں  
 اور اصطلاحات میں بہر حال وسعت ہے۔ تاہم اصطلاحات کو صرف اعتباری نہیں ہونا چاہیے بلکہ واقعہ کے مطابق بھی ہونا چاہیے۔ بعض آیات سے استشہاد غیر محل  
 بھی ہے۔ (موجب الرحیم)

### حافظ سیف اللہ منصور کی وفات

حافظ سیف اللہ منصور (مدیر شعبہ دعوت و اصلاح جماعت الدعوة پاکستان) ۲۴ اکتوبر بروز جمعرات ٹریفک حادثے میں راہی ملک آخریں ہو گئے۔ انا اللہ  
 وانا الیہ راجعون

مرحوم جماعت الدعوة کے کہنہ مشق مجاہد ساتھی تھے۔ جہاد افغانستان میں بھی انھوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ دن رات دینی دعوت کا سلسلہ رہا اور وہ  
 پاکستان بھر کے دور دراز مقامات پر سفر میں رہتے تھے۔ ایک سرگرم راہنما اور کامیاب مقرر تھے۔ ۲۴ اکتوبر کی شام فیض پور انٹر چینج موٹروے پر ان کی کار ٹائر  
 پھٹنے سے لڑکھڑا گئی اور وہاں بنے پل سے نیچے آگری۔ حافظ صاحب موقع پر ہی شدید زخمی ہو کر وفات پا گئے جب کہ ان کے تین ساتھی شدید زخمی ہیں۔ ۲۵  
 اکتوبر ۲۰۱۳ء کی صبح ۹ بجے جمعۃ المبارک کو ان کا جنازہ مرید کے مرکز طیبہ میں پروفیسر حافظ محمد سعید رحمہ اللہ نے پڑھایا۔ ہزاروں افراد جنازے میں شریک ہوئے۔  
 اللہ کریم سے دعا ہے کہ اللہ کریم ان کی وفات کو شہادت کا درجہ دے اور اعلیٰ علین عطا کرے۔ مرحوم کے پس ماندگان کے غم میں ادارہ الاعتصام کے کارکنان  
 شریک ہیں اور دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ (ادارہ)



## نوافل سے قرب الہی اور عقیدہ وحدۃ الوجود!

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری، مدیر ماہنامہ ”السنة“، جہلم

سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اس کا وہ پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے کچھ مانگے تو میں اسے ضرور عطا کرتا ہوں اور اگر وہ میری پناہ طلب کرے تو میں ضرور اسے پناہ دیتا ہوں۔“

نفلی عبادت کا ایک فائدہ یہ ہے کہ فرائض میں کمی گئی کمی و کوتاہی کا ازالہ ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ أَوَّلَ مَا يَحْسَبُ بِهِ الْعَبْدُ الصَّلَاةَ، فَإِنْ وَجَدَ صَلَاتَهُ كَامِلَةً كَتَبَتْ لَهُ كَامِلَةً، وَإِنْ كَانَ فِيهَا نَقْصَانٌ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى لِمَلَائِكَتِهِ: انظُرُوا هَلْ لِعَبْدِي مِنْ تَطَوُّعٍ؟ فَأَكْمَلُوا لَهُ مَا نَقَصَ مِنْ فَرِيضَتِهِ، ثُمَّ الزَّكَاةَ، ثُمَّ الْأَعْمَالَ عَلَى حَسَبِ ذَلِكَ.)) (مسند الإمام أحمد: ۱۰۳/۴، سنن أبي داود: ۸۶۶، سنن ابن ماجه: ۱۴۲۶، مسند الدارمي: ۱۳۶۲، المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۲۶۲/۱، ۲۶۳، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۳۸۷/۲، التمهید لابن عبد البر: ۸۰/۲۴، وسندہ صحیح)

”سب سے پہلے بندے سے جس چیز کا حساب کیا جائے گا وہ نماز ہے۔ اگر نماز مکمل ہوئی تو اس کے لیے مکمل لکھ دی جائے گی اور اگر اس میں کمی ہوئی تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرمائے گا: دیکھو، کیا میرے بندے کی کوئی نفل نماز ہے؟

نفل نماز کے فوائد و اہمیت سے کون واقف نہیں؟ ایمان نیکی کرنے سے بڑھتا اور بُرائی کرنے سے گھٹتا ہے۔ چار رکعت نماز نفل پڑھنے والے کا ایمان دو رکعت نفل پڑھنے والے سے زیادہ ہوگا۔ نوافل جہاں اللہ رب العالمین کے قرب کا ذریعہ ہیں وہاں گناہوں سے بچنے کی ڈھال بھی ہیں، کیونکہ نیکی، نیکی کی طرف لے جاتی ہے اور بُرائی، بُرائی کی طرف کھینچتی ہے۔

نوافل اللہ تعالیٰ کی یاد کا بہترین طریقہ ہیں۔ ان کی ادائیگی سے انسان کے ظاہر و باطن کی تطہیر ہوتی ہے۔ نفل عبادت انسانی زندگی میں انقلاب برپا کر دیتی ہے۔ اس سے ایک موحد و صحیح العقیدہ مسلمان اعمال صالحہ کی طرف راغب ہوتا ہے۔ نفل عبادت جہاں تزکیہ نفس اور ایمان پر محافظت کا باعث ہے وہاں اس سے تقویٰ کو جلاء نصیب ہوتی ہے۔ اس سے انسان پر اللہ رب العزت کی نعمتوں کی بوچھاڑ ہوتی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے نفل عبادت کی فضیلت و اہمیت اور فوائد کو یوں بیان فرمایا ہے:

((وما زال عبدي يتقرب إلي بالنوافل حتى أحببته، فكنت سمعه الذي يسمع به، وبصره الذي يبصر به، ويده التي يبطش بها، ورجله التي يمشي بها، وإن سألني لأعطينه، ولئن استعاذني لأعيذنه.))

(صحیح بخاری: ۹۶۳/۲، ح: ۶۵۰۲)

”میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس

اس کے لیے اس کی فرض نمازوں کو مکمل کر دو۔ پھر زکاة، پھر باقی تمام اعمال کا حساب اسی طرح کیا جائے گا۔“  
خود راوی حدیث سیدنا تمیم داری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

أَوَّلُ مَا يَحْسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ، فَإِنْ أَتَمَّهَا وَإِلَّا قِيلَ: انْظُرُوا هَلْ لَهُ مِنْ تَطَوُّعٍ؟ فَأَكْمَلَتِ الْفَرِيضَةَ مَنْ تَطَوَّعَ، فَإِنْ لَمْ تَكْمَلِ الْفَرِيضَةَ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ تَطَوُّعٌ أَخَذَ بِطَرَفِيهِ فَقَذَفَ بِهِ فِي النَّارِ. (مصنف ابن أبي شيبة: ۱۱/۴۱، ۱۰۸/۱۰۹، الإیمان لابن أبي شيبة: ۱۱۲، السنن الكبرى للبيهقي: ۳۸۷/۲، وسنده صحيح)

”قیامت کے دن سب سے پہلے بندے کی فرض نماز کا حساب کیا جائے گا۔ اگر اس نے اُسے مکمل کیا ہوگا تو درست، ورنہ کہا جائے گا: دیکھو، کیا اس کی کوئی نفلی نماز ہے؟ اس کی فرض نماز کو نفل کے ساتھ مکمل کر دیا جائے گا۔ اگر فرض مکمل نہ ہوا اور نفلی نماز بھی نہ ہوئی تو اسے دونوں طرف سے پکڑ کر آگ میں پھینک دیا جائے گا۔“

حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فہم سلف کی روشنی میں:

اب ہم سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی وضاحت کیے دیتے ہیں: سلف صالحین جو اہل سنت والجماعت کے سرخیل ہیں، انھوں نے اس حدیث کو حقیقت پر ہی محمول کیا ہے، یعنی اس حدیث کو بغیر کسی تاویل کے جوں کی توں قبول کیا ہے۔ البتہ یہ بات سمجھنے کے لائق ہے کہ اس حدیث کا اصل معنی ہے کیا؟ دوہی باتیں ہو سکتی ہیں: یا یہ مراد لیا جائے کہ (معاذ اللہ) خود اللہ تعالیٰ ولی کے کان، آنکھ، ہاتھ اور ٹانگ بن جاتا ہے، دوسرے لفظوں میں اللہ تعالیٰ ولی اور ولی اللہ تعالیٰ بن جاتا ہے۔ یا یہ مراد لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ ولی کے کان، آنکھ، ہاتھ اور اس کی ٹانگ کو اس انداز میں درست کر دیتا ہے کہ اُس کا ادراک اور عمل اللہ رب العزت کی نصرت و تائید کے ساتھ اُس کی خوش نودی کا باعث

بن جاتا ہے۔

بلاشبہ پہلا قول درست نہیں۔ نہ اس حدیث کا حقیقی معنی یہ ہے، نہ سیاق کلام اس کا متقاضی ہے۔ اہل عقل و تدبر اس سے خوب واقف ہیں۔ خود یہ حدیث دو طرح سے اس قول کو رد کرتی ہے: اول یہ کہ اللہ کا فرمان ہے:

”میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔“  
نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”اگر وہ بندہ مجھ سے سوال کرے تو میں ضرور اسے عطا کرتا ہوں اور اگر وہ میری پناہ طلب کرے تو میں ضرور اسے پناہ دیتا ہوں۔“

غور فرمائیں کہ اس حدیث میں میرے بندے کے الفاظ استعمال کر کے اللہ تعالیٰ نے بندے کا عابد اور اپنے آپ کو معبود ثابت کیا ہے۔ بندے کے قرب حاصل کرنے کی کیفیت کو ذکر کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ ایک شخص وہ ہے جو قرب چاہتا ہے اور ایک ذات وہ ہے جس کا قرب حاصل کیا جاتا ہے۔ بندے کے سوال کرنے اور اپنے عطا کرنے کا تذکرہ فرما کر اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ ولی سوا لی اللہ تعالیٰ عطا کرنے والا ہے۔ بندے کے پناہ کا سوال کرنے اور اپنے پناہ دینے کے تذکرے سے مقصود یہ ہے کہ ولی پناہ کا طلب گار اور اللہ تعالیٰ پناہ دینے والا ہے۔ یوں حدیث کا سیاق کلام یہ بتاتا ہے کہ ولی اور اللہ تعالیٰ کی ذات ہر اعتبار سے دو الگ الگ چیزیں اور ذاتیں ہیں۔ ان میں سے ہر ایک دوسرے سے جدا ہے۔ ممکن نہیں کہ کوئی ایک دوسرے کا کوئی صفت یا جزو بن جائے۔ لہذا اس حدیث کی مراد ہرگز یہ نہیں کہ (معاذ اللہ) خود اللہ تعالیٰ اپنے ولی کا کان، ہاتھ وغیرہ بن جاتا ہے یا اس میں داخل ہو جاتا ہے یا ولی ہی اللہ بن جاتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ولی کے کان، آنکھ اور ٹانگ ساری چیزیں اوصاف یا اجزاء ہیں۔ اس بات سے کسی کو انکار نہیں کہ مخلوق کا وجود حادث ہے، یعنی ایک وقت وہ تھا کہ ان کا وجود نہیں تھا اور ایک وقت

ظاہری و حقیقی معنی کے بھی موافق ہے۔ سیاق کلام سے بھی یہی معنی متعین ہوتا ہے۔ اس میں نہ کوئی تاویل ہے نہ تحریف۔ واللہ الحمد والمنة!

دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث، جناب انور شاہ کشمیری دیوبندی صاحب اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں:

وههنا بحث للصوفية في فضل القرب بالنوافل والقرب بالفرائض، فقالوا: إنَّ العبد في القرب الأوَّل يصير جارحة لله جلَّ مجده، والله سبحانه نفسه يكون جارحة لعبده في القرب الثاني..... قلت: أما كون الله تعالى جارحة للعبد في القرب بالنوافل فذلك نص الحديث.

(فيض الباري للكشميري: ۴/۴۲۷، ۴۲۸)

”یہاں صوفی لوگ نوافل اور فرائض کی وجہ سے قرب الہی کے بارے میں ایک بحث کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ پہلے قرب (فرائض کی وجہ سے قرب) میں بندہ اللہ تعالیٰ کا عضو بن جاتا ہے اور دوسرے قرب (نوافل کی وجہ سے قرب) میں خود اللہ تعالیٰ بندے کا عضو بن جاتا ہے..... میں کہتا ہوں کہ نوافل کے ساتھ قرب کی صورت میں اللہ تعالیٰ کا اپنے بندے کا عضو بن جانا تو حدیث کے الفاظ ہیں۔“

اور اس حدیث کی جو تشریح و تفسیر اہل سنت والجماعت نے کی ہے، اس کے بارے میں کشمیری صاحب کے تاثرات یہ ہیں:

وهذا عدول عن حق الألفاظ، وفي الحديث لمعة إلى وحدة الوجود.

(فيض الباري للكشميري: ۴/۴۲۸)

”یہ تفسیر الفاظ کے حق سے ہٹ کر کی گئی ہے۔ اس حدیث میں ”وحدت الوجود“ (خالق اور مخلوق کا وجود ایک ہونے) کی طرف اشارہ ہے۔“

آنے پر وہ دوبارہ فنا ہو جائیں گی۔ ممکن نہیں کہ کسی عقل مند کا ذہن اس بات کو قبول کر سکے کہ خالق جوازل سے ہے اور جس سے پہلے کوئی چیز نہ تھی وہ کسی فانی مخلوق کا کان، آنکھ، ہاتھ اور ٹانگ بن جائے۔ نیز مخلوق کے اعضاء فانی ہیں۔ اُن میں تغیر و تبدل آتا رہتا ہے، ان میں نشو و نما، بڑھوتری، شکست و ریخت اور نقصان کی کیفیات طاری ہوتی رہتی ہیں۔ اگر حدیث کا معنی یہ سمجھا جائے کہ (معاذ اللہ) خود اللہ تعالیٰ اپنے ولی کا کان، ہاتھ، آنکھ اور ٹانگ بن جاتا ہے تو ذات باری تعالیٰ کو تغیر و تبدل کا محل ماننا لازم آئے گا جو کہ صریح کفر ہے۔ اولیاء اللہ کو موت آتی ہے تو کیا اللہ تعالیٰ کے لیے موت ممکن ہے؟

رسول اللہ ﷺ جو کائنات کے سب سے بڑے ولی اللہ ہیں اُن کے دانت مبارک شہید ہو گئے تھے۔ صحابہ کرام جن کی ولایت میں کسی مسلمان کو کوئی شبہ نہیں، اُن کے اعضاء مثلاً ہاتھ، بازو، ٹانگیں، کان اور ہاتھ کفار کے مقابلے میں کٹ گئے تھے۔ کیا کوئی عقل مند یہ کہہ سکتا ہے کہ (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ کٹ سکتا ہے یا زخمی ہو سکتا ہے یا اس کو کوئی بیماری یا خرابی لاحق ہو سکتی ہے؟ تو پھر یہ معنی کیسے درست ہو سکتا ہے؟ اور اس معنی کو اس حدیث کا حقیقی اور ظاہری معنی قرار دیا جاسکتا ہے؟ قطعاً ایسا ممکن نہیں بلکہ یہ ایسی بات ہے جس کے تصور سے بھی نفوس نفرت کرتی ہیں، زبان اس بات کو فرضی طور پر بھی بولنے سے قاصر ہے۔

جب یہ معنی غلط ہو گیا تو دوسرا معنی خود بخود درست ثابت ہو گیا کہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ولی کے کان، آنکھ، ہاتھ اور پاؤں کے اعمال کو اس طرح درست فرما دیتا ہے کہ ولی کے سب کام اللہ تعالیٰ کی خوش نودی کے لیے خاص ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت اس کے شامل حال ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے اعمال کو شرف قبولیت سے نوازتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے ولی کے ساتھ یہ معاملہ کرتا ہے تو ولی اخلاص کا پیکر بن جاتا ہے۔ اس کا ہر عمل خالص اللہ کے لیے ہو جاتا ہے۔

سلف صالحین کی یہی تفسیر و تشریح ہے اور یہی قول حدیث کے

اب ملاحظہ فرمائیں کہ اہل علم نے اس حدیث سے کیا سمجھا ہے:  
۱: علامہ طونی کہتے ہیں:

والاتحادیۃ زعموا أنّہ علی حقیقتہ، وأنّ الحقّ عین العبد، واحتجّوا بمجییء جبریل فی سورة دحیة، قالوا: فهو روحانیّ خلع صورته وظهر بمظهر البشر، قالوا: فاللّٰہ أقدر علی أن یرفع فی سورة الوجود الکلیّ أو بعضه، تعالی اللّٰہ عمّا یقول الظالمون علوّاً کبیراً. (فتح الباری لابن حجر: ۳۴۴/۱۱)  
”وحدت الوجود کے قائلین نے سمجھ لیا ہے کہ یہ الفاظ حقیقت پر مبنی ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے بندے کا عین ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے جبریل علیہ السلام کے دجیہ نبی اللہ کی صورت میں آنے سے دلیل لی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جبریل علیہ السلام روحانی تھے؛ لیکن انہوں نے اپنا روحانی لباس اتارا اور بشر کے لباس میں آگئے۔ اللہ تعالیٰ زیادہ قدرت رکھتا ہے کہ وہ کل یا بعض کے وجود میں ظاہر ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ان ظالموں کی باتوں سے بہت بلند ہے۔“

۲: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (۷۸۵۲-۷۷۳) فرماتے ہیں:

وحملہ بعض أهل الزیغ علی ما یدّعونہ من أنّ العبد إذا لازم العبادة الظاهرة والباطنة حتی یصفی من الکدورات أنّہ یصیر فی معنی الحقّ، تعالی اللّٰہ عن ذلك، وأنّہ یفنی عن نفسه جملة حتی یشہد أنّ اللّٰہ هو الذاکر لنفسه الموحّد لنفسه المحبّ لنفسه ..... وعلى الأوجه کلّھا فلا متمسک فیہ للاتحادیۃ ولا القائلین بالوحد المطلقۃ لبقوله فی بقیۃ الحدیث: ((ولئن سألتنی ..... ولئن استعاذنی))، فإنّہ کالصریح فی الردّ

علیہم . (فتح الباری لابن حجر: ۳۴۴/۱۱)  
”بعض گمراہ لوگوں نے اس حدیث کو اپنے اس دعوے پر دلیل بنایا ہے کہ بندہ جب ظاہری اور باطنی عبادت کی پابندی کرتا ہے حتیٰ کہ وہ گناہوں سے صاف ہو جاتا ہے تو وہ (نعوذ باللہ) حق تعالیٰ کے معنی میں ہو جاتا ہے۔ وہ بندہ اپنے نفس میں بالکل فنا ہو جاتا ہے یہاں تک کہ وہ گواہی دینے لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا ہی ذکر کرتا ہے، اپنے آپ کی ہی توحید بیان کرتا ہے، اپنے آپ سے ہی محبت کرتا ہے..... ان سب صورتوں میں وحدت الوجودیوں اور مطلق وحدت کے قائل لوگوں کے لیے اس حدیث میں کوئی دلیل نہیں۔ کیونکہ حدیث کے باقی الفاظ میں یہ بھی ہے کہ اگر بندہ مجھ سے سوال کرے..... اگر بندہ مجھ سے پناہ مانگے۔ یہ الفاظ ان کے رد میں بہت واضح ہیں۔“

۳: علامہ ابن رجب رحمہ اللہ (۷۷۳-۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:  
فمتی امتلاً القلب بعظمة اللّٰہ تعالیٰ محاذک من القلب کلّ ما سواہ، ولم یبق للعبد شیء من نفسه وهو، ولا إرادة إلا لما یریدہ منہ مولاه، فحیث لا ینطق العبد إلا بذكرہ ولا یتحرّک إلا بأمرہ، فإن نطق نطق باللّٰہ، وإن سمع سمع بہ، وإن نظر نظر بہ، وإن بطش بطش بہ، فهذا هو المراد بقوله: ((كنت سمعہ الذی یسمع بہ، وبصرہ الذی یرى بہ، ویدہ الذی یبطش بہا، ورجلہ الذی یمشی بہا))، ومن أشار إلى غیر هذا فإنّما یشیر إلى الإلحاد من الحلول والاتحاد، واللّٰہ ورسولہ بریئان منہ .

(جامع العلوم والحکم لابن رجب: ۶۸۴)

”جب دل اللہ تعالیٰ کی عظمت سے لبریز ہو جاتا ہے تو اس

”یہ تمثیلیں ہیں، معنی یہ ہے کہ ان اعمال سے بندہ جو اعمال کرتا ہے ان میں اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل ہو جاتی ہے اور ان اعمال کے ذریعے اس کی رضا کا حصول بندے کے لیے اس طرح آسان ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے اعضاء کی حفاظت کرتا ہے اور انہیں اللہ تعالیٰ کی ناراضی والے کاموں سے بچاتا ہے مثلاً غلط باتوں کو سننا اور اللہ تعالیٰ کی منع کردہ چیزوں کو دیکھنا، حرام چیزوں کو پکڑنا اور باطل کاموں کی طرف پاؤں کے ساتھ چلنا وغیرہ۔“

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں نوافل کے ذریعے اپنا قرب نصیب فرمائے اور ہمیں تادمِ زیست اسی عقیدے و منہج پر قائم رکھے، جو قرآن و سنت کی روشنی میں سلف صالحین نے متعین فرمایا ہے۔

### بقیہ: قتل عثمان

سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ:

یزید بن ابی عبیدہ سے روایت ہے کہ جب عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل ہوا تو سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ جو بدری صحابی ہیں، مدینہ چھوڑ کر ربذہ چلے گئے اور موت سے کچھ دن قبل تک وہیں رہے۔ (تاریخ المدینہ: ۱۳۵/۴)  
عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما:

ابو حازم سے روایت ہے کہ میں عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کے پاس تھا آپ نے عثمان رضی اللہ عنہ کا تذکرہ فرمایا، آپ کے فضائل و مناقب اور قرابت کا ذکر اس طرح کیا کہ وہ شیشہ سے بھی صاف و ستر تھا پھر علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا، آپ کے فضائل و سبقت و قرابت کا ذکر اس طرح کیا کہ وہ شیشہ سے بھی صاف و ستر تھا۔ پھر فرمایا جو شخص ان دونوں کا تذکرہ کرے اس کو اس طرح ان کا تذکرہ کرنا چاہیے ورنہ نہ کرے۔ (تحقیق مواقف الصحابة: ۳۷۹/۱)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: عثمان رضی اللہ عنہ کو برا بھلا نہ کہو، ہم انہیں اپنے بہترین لوگوں میں شمار کرتے تھے۔  
(تحقیق مواقف الصحابة: ۳۷۹/۲)، فضائل الصحابة، اسنادہ صحیح

سے اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز مٹا دیتا ہے اور بندے کی کوئی اپنی خواہش اور اپنا کوئی ارادہ باقی نہیں رہتا سوائے اس کے جس کا اس سے اس کا آقا چاہتا ہے۔ اس وقت بندے کی زبان سے اسی کا ذکر جاری ہوتا ہے اور وہ اسی کے حکم سے حرکت کرتا ہے۔ اگر بولے تو اسی کی رضا کے مطابق بولتا ہے، اگر سنے تو اسی کی رضا کے مطابق سنتا ہے، اگر دیکھے تو اسی کی رضا کے مطابق دیکھتا ہے، اگر پکڑے تو اسی کی رضا کے مطابق پکڑتا ہے۔ یہ ہے مراد اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی:

كنت سمعه الذي يسمع به، وبصره الذي يبصر به، ويده التي يبطش بها، ورجله التي يمشي بها. کہ میں اس (ولی) کا وہ کان بن جاتا ہے جس کے ساتھ وہ سنتا ہے اور اس کی وہ آنکھ بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ دیکھتا ہے اور اس کا وہ پاؤں بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ چلتا ہے۔ جو شخص اس کے علاوہ کسی اور مطلب و مفہوم کی طرف اشارہ کرتا ہے یقیناً وہ حلول اور وحدت الوجود کی صورت میں الحاد و بے دینی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اللہ اور اس کا رسول اس سے بری ہیں۔“

۴: علامہ خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هذه أمثال والمعنى - واللہ أعلم - توفيقه في الأعمال التي باشرها بهذه الأعضاء وتيسير المحبة له فيها بأن يحفظ جوارحه عليه ويعصمه من موافقة ما يكرهه الله تعالى من الإصغاء إلى اللهو مثلاً، ومن النظر إلى ما نهى عنه، ومن البطش بما لا يحل له، ومن السعي في الباطل برجلة. (عمدة القاري بشرح صحيح البخاري للعيني الحنفی: ۵۷۷/۱۵)



# قتل عثمان رضی اللہ عنہ کے سلسلے میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا موقف

مؤلف: ڈاکٹر علی محمد الصلابی ..... مترجم: شمیم احمد سلفی

کے بعد قصاص کے مطالبہ کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس سے یہ بات بعید از قیاس قرار پاتی ہے کہ انہوں نے فتنہ کو ہوا دینے اور اس کو بھڑکانے میں کسی طرح کا ساتھ دیا ہو۔ (ایضاً)

تمام صحابہ رضی اللہ عنہم عثمان رضی اللہ عنہ کے خون سے بری ہیں، جو بھی اس کے برخلاف کہتا ہے اس کی بات باطل ہے، اس پر وہ کوئی دلیل قائم نہیں کر سکتا ہے جو صحت کے درجے کو پہنچ رہی ہو۔ اسی لیے خلیفہ بن خیاط نے اپنی تاریخ میں عبداللہ بن ابیہثم سے روایت کی ہے جو اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حسن بصری سے کہا: کیا عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین میں مہاجرین و انصار میں سے کوئی تھا؟ تو حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا: نہیں یہ تو مصر کے اچڑ لوگ تھے۔ اور امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل میں کوئی صحابی شریک نہ تھا۔ آپ کو قتل کرنے والے رذیل اور نچلے طبقے کے ناکارے، بے وقوف، کمینے اور فسادی لوگ تھے جو مصر سے جتھا بنا کر اس مقصد سے آئے تھے۔ مدینہ میں موجود صحابہ دفاع سے عاجز رہے اور ان لوگوں نے آپ کا محاصرہ کر کے قتل کر دیا۔ (شہید الدار عثمان بن عفان، ص: ۱۴۸)

اور زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے قاتلین کے متعلق فرمایا: یہ صوبوں کے نچلے طبقے کے فسادی لوگ تھے۔ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: یہ اجنبی اور قبائل کے نکلے ہوئے لوگ تھے۔

(شرح النووی علی صحیح مسلم (۱۴۸/۵)، کتاب فضائل الصحابہ)

ابن سعد فرماتے ہیں: یہ ادنیٰ درجے کے اور کمینے لوگ تھے جو شر پر متفق تھے۔ (طبقات ابن سعد (۱/۳۳)، تحقیق مواقف الصحابہ: ۲۸۱/۱)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ خارجی، مفسد، گمراہ،

بعض کتب تاریخ نے عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل سے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے موقف کو منسوخ کر کے پیش کیا ہے، اس کا سبب وہ رافضی روایات ہیں؛ جنہیں بہت سے مورخین نے ذکر کیا ہے، جو بھی تاریخ طبری اور دیگر کتب تاریخ میں ابوحنیفہ، واقدی اور ابن اعثم وغیرہ کی روایات کا تتبع کرے گا وہ یہ محسوس کرے گا کہ صحابہ ہی اس سازش کو حرکت دے رہے تھے اور اس فتنہ کو بھڑکا رہے تھے۔ ابوحنیفہ شیعہ اتجاہ کا حامل ہے، خلیفہ راشد عثمان رضی اللہ عنہ پر یہ اتہام لگانے میں ذرا بھی خوف نہیں کھاتا کہ آپ کی غلطیاں اور لغزشیں بہت زیادہ تھیں اور آپ کے ساتھ جو کچھ ہوا آپ اس کے مستحق تھے اور یہ شخص اپنی مرویات میں طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کی تصویر عثمان رضی اللہ عنہ کے مخالفین و معاندین کی شکل میں پیش کرتا ہے اور واقدی کی روایات ابوحنیفہ کی روایات سے ذرا بھی مختلف نہیں۔ ان روایات کے مطابق عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مدینہ پہنچتے ہیں اور عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف اعتراضات اور طعن و تشنیع کی بوچھاڑ شروع کر دیتے ہیں، اور ایسی رافضی روایات کی بھرمار ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف سازش سے متہم کرتی ہیں اور یہ باور کراتی ہیں کہ انہوں نے ہی لوگوں کو بھڑکایا اور فتنہ کو حرکت دی لیکن یہ سب سراپا جھوٹ اور کذب بیانی ہے۔

(تحقیق مواقف الصحابہ: ۱۴۲-۱۸)

ان رافضی موضوع اور ضعیف روایات کے برخلاف الحمد للہ محدثین کرام کی کتابوں نے صحیح روایات کو محفوظ کر رکھا ہے جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عثمان رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینے والے، آپ کی نصرت و تائید اور آپ کی طرف سے دفاع کرنے والے تھے اور قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے اپنی براءت کا اظہار کرتے تھے اور حادثہ قتل



باغی، زیادتی کرنے والے اور ظالم لوگ تھے۔

(منہاج السنہ: ۱۸۹/۳-۲۰۶)

علامہ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ شر اور بد اخلاقی کے سرغنہ تھے۔

(دول الاسلام: ۱۲/۱)

ابن عساکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ رذیل اور قبائل کے اوباش لوگ تھے۔ (شذرات الذہب: ۴۰۱)، تحقیق مواقف الصحابة: ۴۸۲/۱

عثمان رضی اللہ عنہ کے محاصرہ سے لے کر ظالمانہ قتل تک کے واقعات ان اوصاف پر شاہد ہیں۔ آپ سے ان کمینوں نے کھانا پانی روک دیا جب کہ آپ نے اپنے مال خاص سے مسلمانوں کی پیاس مفت بجھائی۔ (دیکھیے: تحقیق مواقف الصحابة: ۴۸۲/۱)، البخاری، کتاب مناقب عثمان: ۲۰۲/۳

اور جب بھی مدینہ میں قحط اور بھکمری پڑی اپنا مال لوگوں پر بے دریغ خرچ کیا اور جب مسلمانوں کو کوئی مصیبت آئی یا کسی پریشانی سے دوچار ہوئے تو جو دو سخا کے دہانے کھول دیے۔

(التمہید والبیان، ص: ۲۴۲)

علی رضی اللہ عنہ نے باغیوں کو سرزنش کرتے ہوئے کہا تھا: لوگو! جو حرکت تم کر رہے ہو یہ نہ مسلمانوں کے فعل سے میل کھاتی ہے اور نہ کافروں کے، ان سے پانی اور کھانا مت روکو، روم و فارس والے قیدیوں کو بھی کھلاتے پلاتے ہیں۔ (تاریخ الطبری: ۴۰۰/۵)

صحیح روایات اور تاریخی واقعات اس بات پر شاہد ہیں اور یہ ثابت کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف لوگوں کو بھڑکانے اور آپ کے خلاف فتنہ میں شرکت سے بالکل بری تھے۔

(تحقیق مواقف الصحابة: ۱۸/۲)

خون عثمان رضی اللہ عنہ سے براءت سے متعلق صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا:

..... فاطمہ بنت عبد الرحمن یشکر یہ اپنی والدہ سے روایت کرتی ہیں کہ ان کو ان کے بچپانے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا

انہوں نے جا کر عرض کیا: آپ کا ایک بیٹا آپ کو سلام کہتا ہے اور آپ سے عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق دریافت کرتا ہے جن کے بارے میں لوگ بہت سی باتیں کر رہے ہیں تو ام المومنین نے فرمایا: اللہ کی اس پر لعنت ہو جو عثمان رضی اللہ عنہ پر لعنت کرے۔ اللہ کی قسم! وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور رسول اللہ ﷺ میری طرف اپنی پیٹھ ٹیکے ہوئے تھے اور جبریل علیہ السلام قرآن کی وحی لے کر آپ کے پاس آئے تھے اور رسول اللہ ﷺ آپ سے کہہ رہے تھے: عثمان لکھو۔ اور اللہ تعالیٰ یہ مقام اسی کو عطا کرتا ہے جو اللہ و رسول کے نزدیک مکرم و معزز ہو۔ (المسند: ۲۵۰/۶-۲۶۱)، تحقیق مواقف الصحابة: ۳۷۸/۱، البدایہ والنہایہ: ۲۱۹/۷

..... مسروق روایت کرتے ہیں کہ جب عثمان رضی اللہ عنہ قتل ہو گئے تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: تم لوگ عثمان رضی اللہ عنہ سے ایسے دور رہے جیسے صاف کپڑا میل سے دور رہتا ہے، پھر ان سے قریب ہوئے تو انہیں بھیڑ کی طرح ذبح کر دیا۔

مسروق نے کہا: یہ آپ کا کام ہے آپ نے لوگوں کے نام خطوط لکھ کر خروج کرنے کا حکم دیا۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نہیں اس ذات کی قسم جس پر مومن ایمان رکھتے ہیں اور جس کے ساتھ کافر کفر کرتے ہیں، اب تک میں نے کوئی تحریر نہیں لکھی ہے۔

(فتنہ مقتل عثمان: ۳۹۱/۱)، تاریخ خلیفہ ص: ۱۷۶ (اسنادہ صحیح)

سبائی لوگ صوبوں کے لوگوں کے نام جعلی خطوط ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے روانہ کرتے تھے۔

..... مکہ سے مدینہ حج کے بعد لوٹتے ہوئے جب آپ نے عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر سنی تو فوراً مکہ واپس ہو گئیں اور جا کر حجر اسماعیل میں پردہ کر کے بیٹھ گئیں، لوگ آپ کے پاس جمع ہو گئے۔ آپ نے فرمایا:

”لوگو! صوبوں کے لوگوں، چشموں پر رہنے والوں اور اہل

مدینہ کے غلاموں میں سے فساد کی مینے جمع ہوئے۔ ان

فسادیوں نے ابھی کل اس مقتول (عثمان رضی اللہ عنہ) پر چال

بازی، کم سنوں کو عہدہ دینے اور چراگا ہوں کو خاص کر لینے کا اتہام لگایا، حالاں کہ ایسی عمروالوں کو پہلے عہدے دیے جا چکے تھے اور چراگا ہوں کو خاص کیا جا چکا تھا، اور یہی مناسب تھا چنانچہ آپ نے سابقین کی اتباع کی اور ان لوگوں کو چراگا ہوں سے ان کی اصلاح کی خاطر روکا اور جب ان کے پاس کوئی حجت و عذر باقی نہ رہا تو یہ ہنگامہ پر اتر آئے اور عدوان و سرکشی میں جلدی کی اور ان کے قول و فعل میں تضاد ہوا، خون حرام کو بہایا، بلد حرام کی حرمت پامال کی، محترم مال کو لوٹ لیا اور ماہ حرام کی حرمت پامال کی۔ اللہ کی قسم! عثمان رضی اللہ عنہ کی ایک انگلی کا باقی رہنا اس سے بہتر ہے کہ زمین ان جیسے لوگوں کو اپنے اندر سمو لے، لہذا تم ان کے خلاف متحد ہو کر نجات طلب کرو تا کہ دوسرے ڈریں اور بعد والوں کی جمعیت منتشر ہو۔ اللہ کی قسم! جو ظلم انہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ پر ڈھایا ہے اگر یہ عام گناہ ہوتا تو اس سے صفائی ممکن تھی جس طرح سونا میل پکیل سے صاف ہو جاتا ہے یا کپڑا گندگی سے صاف ہو جاتا ہے، اگر اس کو یہ دھو لیتے جس طرح کپڑا پانی سے دھو لیا جاتا ہے۔“ (تاریخ الطبری: ۴۷۵-۴۷۴)

مذکورہ معتبر روایات کی روشنی میں ام المومنین عائشہ اور امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کے مابین تعلقات کی جو بہترین تصویر ہمارے سامنے آتی ہے اس کے بالکل برعکس طبری وغیرہ میں ایسی دوسری روایات موجود ہیں جو دونوں کے مابین تعلقات کی بالکل مختلف تصویر پیش کرتی ہیں اور سبائیوں کی چال بازیوں اور کھیل کو سمجھتے ہوئے عثمان رضی اللہ عنہ اور حرمت الہی کے دفاع میں جو بلند و حسین اور جذبہ و شعور سے پر کردار ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پیش کیا اس کو مسخ کرتی ہیں۔ (دور المرأة السیاسی فی عہد النبی والخلفاء الراشدین، ص: ۳۵۲)

عقد الفرید، اغانی، تاریخ یعقوبی، تاریخ مسعودی اور انساب اشراف میں جو روایات وارد ہیں اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی زندگی میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی سیاسی کردار کے سلسلہ میں جو

استدلالات پیش کیے گئے ہیں وہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سیاسی موقف کے خلاف ہیں اور وہ سب ناقابل اعتماد ہیں کیوں کہ صحیح روایات کے خلاف ہیں اور ان کی بنیاد وہابی اور کمزور روایات پر ہے۔ (ان باطل استدلالات کے سلسلہ میں دیکھیے: الصدیقۃ بنت الصدیق / العقاد، ص: ۱۱۶-۱۲۳) ان میں سے اکثر روایات بغیر سند کے ہیں اور جو با سند ہیں، ان کی سندیں مجروح ہیں، ان سے استدلال نہیں کیا جاسکتا، یہ ناقابل حجت ہیں اور جب ان کا مقارنہ دوسری صحیح اور حقیقت سے قریب تر روایات سے کیا جائے تو ان کا متن باطل قرار پاتا ہے۔

(دور المرأة السیاسی، ص: ۳۷۰)

سیدہ اسماء محمد احمد نے ان روایات کے اسناد و متون کی تحقیق کی ہے جن کے اندر عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف رونما ہونے والے فتنہ میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے سیاسی کردار سے متعلق گفتگو کی گئی ہے۔ انہوں نے ان روایات پر نقد و جرح کی ہے جو طبری وغیرہ میں امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ اور ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے مابین سیاسی اختلاف بیان کرتی ہیں۔ انہوں نے ان روایات کے کھوٹ اور کذب کو واضح کیا ہے اور پھر فرماتی ہیں کہ مناسب تو یہ تھا کہ ان تمام روایات کے ذکر سے اعراض کیا جاتا جیسا کہ ابھی میں نے ذکر کیا کیوں کہ معتبر طریق سے یہ ہم تک نہیں پہنچی ہیں، جن طرق سے یہ روایات ہم تک پہنچی ہیں ان کے رواۃ سب تشیع، رفض اور کذب سے متہم ہیں، لیکن ہم نے اس لیے ان روایات کو یہاں پیش کیا ہے کیوں کہ اولاً یہ روایات اکثر جدید تالیفات میں عام ہیں اور ثانیاً ان روایات کا عدم ثبوت اور ساقط الاعتبار ہونا بیان کرنا مقصود ہے جیسا کہ ہمارے سامنے یہ حقیقت واضح ہوئی۔ ان روایات نے عثمان رضی اللہ عنہ اور ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے مابین اور عثمان رضی اللہ عنہ اور تمام صحابہ کے مابین اختلاف کی ایسی تاریخ پیدا کرنی چاہی ہے جس کا سرے سے وجود نہیں۔

(دور المرأة السیاسی، ص: ۳۷۰)

اگر یہ بات صحیح ہوتی کہ انہوں نے باغیوں کے ساتھ عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کو ہوا دینے پر اتفاق کیا تھا تو ایسی صورت میں ان

ذوالنورین کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ آپ رسول اللہ ﷺ کے داماد تھے آپ کی زوجیت میں رسول اللہ ﷺ کی دو بیٹیاں آئیں، آپ ﷺ نے آپ کے لیے جنت میں گھر کی ضمانت دی۔ (العقيدة في اهل البيت بين الافراط والتفريط ص ۲۲۷) المختصر من كتاب الموافقة بين اهل البيت و الصحابة للزمخشري مخطوطة، مكتبة المخطوطات بالجامعة الاسلامية

آخر میں دارالحدیث کے ذریعے سے اس مخطوطہ کی طباعت ہوئی۔

✽ آپ عثمان رضی اللہ عنہ کی امامت و خلافت کے معترف اور آپ کے اطاعت گزار تھے، آپ کے کسی امر کی مخالفت نہیں کرتے تھے۔ ابن ابی شیبہ نے اپنی سند سے محمد بن حنفیہ کے واسطے سے علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں: اگر عثمان وادی ضرار جانے کا مجھے حکم دیں تو میں آپ کی بات سنوں گا اور اطاعت کروں گا۔ (السنن للبخاری ص ۳۲۵/۱) (۲۱۶) اسناد صحیح

اس میں عثمان رضی اللہ عنہ کی اطاعت و اتباع کی انتہا کی دلیل ہے۔ (العقيدة في اهل البيت بين الافراط والتفريط ص: ۲۲۷)

✽ جب عثمان رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشورہ و اجماع کے بعد ایک قرأت پر لوگوں کو جمع کیا تو علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو ذمہ داری عثمان رضی اللہ عنہ پر ڈالی گئی اگر مجھ پر ڈالی جاتی تو میں وہی کرتا جو عثمان رضی اللہ عنہ نے کیا ہے۔ (السنن للبخاری ص ۴۲۸/۲)

✽ علی رضی اللہ عنہ نے عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل سے انکار کیا اور ان کے خون سے اپنی براءت کا اظہار کیا۔ آپ اپنے خطبہ وغیرہ میں قسم کھا کر کہتے تھے کہ انہوں نے آپ کو قتل نہیں کیا اور نہ قتل کا حکم دیا، نہ اس پر ابھارا اور نہ اس سے راضی ہوئے۔ یہ آپ سے اتنے طرق سے ثابت ہے جو قطعیت کا فائدہ دیتے ہیں۔

(البدایہ والنہایہ: ۲۰۲/۷)

برخلاف رافضیوں کے اس زعم کے کہ آپ عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل سے راضی تھے۔ (العقيدة في اهل البيت بين الافراط والتفريط ص: ۲۲۹)، جن الحقیقین (عبداللہ شبر، ص: ۱۸۹)

سے یہ توقع تھی کہ وہ ان باغیوں کے لیے کوئی عذر تلاش کرتیں، لیکن ایسی کوئی بات ان سے ثابت نہیں ہے، اور قتل عثمان رضی اللہ عنہ کے سلسلہ میں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے موقف سے متعلق یہ روایات اگر صحیح ہوتیں تو یہ روایات ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے ہم نوا صحابہ رضی اللہ عنہم کی عدالت کے اسقاط اور انہیں ناقابل اعتبار قرار دینے کے لیے کافی ہوتیں لیکن کسی قیمت پر ہم اس کو قبول نہیں کر سکتے، کیوں کہ ان کی عدالت کے اثبات کے لیے کئی خبر اللہ و رسول ﷺ سے ثابت ہے، جو ان روایات کے ابطال و تردید کے لیے کافی ہے۔ لیکن ان روایات اور ان پر قائم استدلالات کے بطلان و سقوط کے باوجود ہم نے ان روایات کے سلسلہ میں توقف اختیار کیا تا کہ دینی، علمی اور تاریخی دلائل ایک ساتھ جمع ہو جائیں اور ایک دوسرے کو تقویت پہنچائیں۔

(دورۃ المرأة السیاسی، ص: ۳۷۱)

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ:

علی رضی اللہ عنہ اور آل بیت آپ کی تعظیم کرتے اور ان کے حق کے معترف تھے۔

✽ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے والے سب سے پہلے علی رضی اللہ عنہ تھے۔

(صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۳۷۰۰)

قیس بن عباد سے روایت ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کا ذکر آیا تو علی رضی اللہ عنہ کو میں نے یہ فرماتے ہوئے سنا: آپ وہ شخص ہیں جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((الا استحي ممن تستحي منه الملائكة . ))

(صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۴۰۱)

”کیا میں اس شخص سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے حیا کرتے ہیں۔“

✽ آپ نے عثمان رضی اللہ عنہ کے جنتی ہونے کی شہادت دی۔ نزال بن سبرہ سے روایت ہے کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ سے عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: وہ تو ملاء علی میں

امام حاکم رحمہ اللہ عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل سے متعلق بعض روایات ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: اہل بدعت نے جو یہ دعویٰ کیا ہے کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اس سلسلہ میں تعاون کیا تو وہ کذب اور بہتان ہے اس کے بخلاف متواتر روایات وارد ہیں۔ (المستدرک: ۱۰۳/۳)

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ تمام روایات علی رضی اللہ عنہ پر جھوٹ اور افتراء ہیں، علی رضی اللہ عنہ نے عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل میں نہ شرکت کی نہ اس کا حکم دیا اور نہ اس سے راضی ہوئے، یہ آپ سے مروی ہے اور آپ سچے اور پاکباز ہیں۔ (منہاج السنۃ: ۴۰۶/۴)

علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ میں تجھ سے عثمان رضی اللہ عنہ کے خون سے براءت کا اظہار کرتا ہوں۔

(العقیدۃ فی اہل البیت، ص: ۳۰۳ اسنادہ حسن، الطبقات: ۳/۳)

امام حاکم نے قیس بن عبادہ سے روایت کی ہے کہ میں نے جمل کے دن علی رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا: اے اللہ! میں دم عثمان سے اپنی براءت کا اظہار تجھ سے کرتا ہوں۔ اور جس دن عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل ہوا اس دن تو میری عقل اڑ گئی، میں اپنے آپ کو بھول گیا، لوگ میرے پاس بیعت کے لیے آئے تو میں نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے اللہ تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ میں ان لوگوں سے بیعت لوں جنہوں نے اس شخص کو قتل کیا جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اس شخص سے حیا کیوں نہ کروں جس سے فرشتے حیا کرتے ہیں اور مجھے اللہ سے شرم آتی ہے کہ میں بیعت لوں اور عثمان مقتول زمین پر پڑے ہوئے ہیں، ابھی تک دفن نہیں ہوئے ہیں۔ پھر لوگ لوٹ گئے، جب عثمان دفن کر دیے گئے تو لوگ دوبارہ میرے پاس آئے اور مجھ سے بیعت کرنی چاہی میں نے کہا: اے اللہ! جو میں کرنے جا رہا ہوں اس پر مجھے خوف ہے، پھر میرے اندر عزیمت پیدا ہوئی اور میں نے بیعت لے لی۔ اور جب لوگوں نے مجھے امیر المؤمنین کہہ کر مخاطب کیا تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میرا دل پھٹ گیا ہے اور میں نے کہا: اے اللہ تو مجھ سے عثمان کا حق لے لے یہاں تک کہ تو راضی ہو جائے۔

(المستدرک: ۹۵/۳)

امام احمد نے اپنی سند سے محمد بن حنفیہ سے روایت کی ہے: علی رضی اللہ عنہ کو خبر ملی کہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا قاتلین عثمان پر مقام مرید میں لعنت بھیج رہی ہیں تو علی رضی اللہ عنہ اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر چہرہ تک لائے اور کہا: میں قاتلین عثمان پر لعنت بھیجتا ہوں۔ اللہ ان پر پہاڑی و میدانی علاقوں میں لعنت نازل کرے، آپ نے یہ بات دو یا تین بار دہرائی۔ (فضائل الصحابہ: ۵۵۵/۱، رقم: ۳۳۰ اسنادہ صحیح)

ابن سعد نے اپنی سند سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے عثمان کو قتل نہیں کیا اور نہ ان کو قتل کرنے کا حکم دیا بلکہ میں نے روکا۔ اللہ کی قسم! میں نے عثمان کو قتل نہیں کیا اور نہ اس کا حکم دیا، لیکن میں مغلوب ہو گیا، یہ آپ نے تین بار فرمایا۔ (الطبقات: ۸۲/۳، البدایہ والنہایہ: ۲۰۲/۷)

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو عثمان رضی اللہ عنہ کے دین سے براءت کا اظہار کرے وہ ایمان سے بری ہے، اللہ کی قسم! میں نے ان کے قتل میں تعاون نہیں کیا اور نہ اس کا حکم دیا اور نہ اس سے راضی ہوں۔ (الریاض النضرۃ: ص: ۵۴۳)

عثمان رضی اللہ عنہ سے متعلق علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ..... آپ ہم میں سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے اور سب سے زیادہ رب تعالیٰ سے ڈرنے والے تھے۔ (صفیہ الصفوۃ: ۳۰۶/۱)

ابوعون سے روایت ہے کہ میں نے محمد بن حاطب سے سنا انہوں نے کہا کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ سے عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: آپ ان لوگوں میں سے تھے:

((الذین آمنوا ثم اتقوا ثم آمنوا ثم اتقوا.))

”جو ایمان لائے پھر تقویٰ اختیار کیا پھر ایمان لائے پھر تقویٰ اختیار کیا۔“

اور آیت ختم نہ کی۔ (فضائل الصحابہ: ۵۸۰/۱ اسنادہ صحیح۔ واضح رہے کہ آیت ان الفاظ سے نہیں)

عمیرہ بن سعد سے روایت ہے کہ ہم علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ فرات کے ساحل پر تھے۔ ایک کشتی اپنا بادبان اٹھائے ہوئے گزری تو

اور آپ عثمان رضی اللہ عنہ کی مدح اور ان کی تنقیص کرنے والوں کی مذمت میں فرماتے ہیں: ابو عمرو پر اللہ رحم فرمائے۔ اللہ کی قسم! آپ اقارب پر سب سے زیادہ نوازش کرنے والے، نیکوکاروں میں سب سے افضل، بوقت سحر کثرت سے عبادت کرنے والے، جہنم کے ذکر کے وقت بہت زیادہ آنسو بہانے والے، ہر فیاضی کے وقت اٹھ کھڑے ہونے والے، ہر عطیہ کی طرف سبقت کرنے والے، انتہائی محبوب، خوددار اور وفادار تھے، آپ لشکرِ تبوک کو تیار کرنے والے اور رسول اللہ ﷺ کے داماد تھے۔ جو آپ پر لعنت کرے اللہ تعالیٰ اس پر قیامت تک لعنت کرنے والوں کی لعنت نازل فرمائے۔

(العقیدہ فی اہل البیت، ص: ۳۳۷، مروج الذهب: ۶۲/۳)

زید بن علی رضی اللہ عنہ:

ابن عساکر نے اپنی سند سے سدی سے روایت کی ہے کہ میں آپ (یعنی زید رحمہ اللہ) کے پاس آیا اس وقت آپ کوفہ کے محلوں میں سے ایک محلے باریق میں تھے، میں نے عرض کیا: آپ ہمارے سردار اور ہمارے حاکم ہیں، آپ ابو بکر و عمر کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ فرمایا: ان دونوں سے ولاء و محبت رکھو اور فرماتے تھے کہ ابو بکر و عمر اور عثمان سے براءت علی سے براءت ہے اور علی سے براءت ابو بکر و عمر اور عثمان سے براءت ہے۔ (العقیدہ فی اہل البیت: ۳۳۵، تہذیب تاریخ دمشق: ۱۲/۶)

علی بن حسین (زین العابدین) رضی اللہ عنہ:

علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے ابو بکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے سلسلہ میں ردافض کے قول سے براءت ثابت ہے۔ چنانچہ ابو نعیم نے اپنی سند سے محمد بن علی (الباقر) سے روایت کی ہے وہ اپنے والد علی بن حسین (زین العابدین) سے روایت کرتے ہیں کہ عراق کے کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخیاں کیں پھر عثمان رضی اللہ عنہ کا ذکر چھیڑا تو انہوں (علی بن حسین زین العابدین) نے ان سے کہا: کیا تم لوگ مہاجرین اولین میں سے ہو؟ (جن کے بارے میں اللہ کا ارشاد ہے۔)

﴿لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ﴾

علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنشَئُتُ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ ۝﴾

[الرحمن: ۲۴]

”اور اللہ ہی کی (ملکیت) ہیں وہ جہاز جو سمندروں میں پہاڑوں کی طرح بلند (چل پھر رہے) ہیں۔“

اس ذات کی قسم جس نے ان کشتیوں کو اپنے سمندروں میں سے کسی سمندر میں بلند کیا! میں نے عثمان کو قتل نہیں کیا اور نہ ان کے قتل پر لوگوں کو ابھارا۔ (فضائل الصحابہ، رقم: ۳۷۹۰ اسناد صحیح لغیرہ)

❁ امام احمد رحمہ اللہ نے محمد بن حاطب سے روایت کیا ہے کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنَىٰ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ ۝﴾ [الانبیاء: ۱۰۱]

”بے شک جن کے لیے ہماری طرف سے نیکی پہلے ٹھہر چکی ہے وہ سب جہنم سے دور ہی رکھے جائیں گے۔“

انھی لوگوں میں سے عثمان رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔

(فضائل الصحابہ، رقم: ۷۱۰۱ اسناد صحیح)

علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس دن عثمان رضی اللہ عنہ قتل ہوئے میں کمزور پڑ گیا۔ (الاعتصام: ۶۱/۵)

حافظ ابن عساکر نے عثمان رضی اللہ عنہ کے خون سے براءت اور خطبہ وغیرہ میں اس پر قسم کھانے اور اس پر عدم رضا کی قسم کھانے سے متعلق علی رضی اللہ عنہ سے وارد شدہ روایات کو جمع کرنے کا اہتمام فرمایا ہے اور یہ آپ سے متعدد طرق سے بہت سے ائمہ حدیث کے یہاں ثابت ہیں جو قطعیت کا فائدہ دیتی ہیں۔ (البدایہ والنہایہ: ۱۹۳/۷)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما:

امام احمد نے اپنی سند سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ اگر سب لوگ عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل پر جمع ہوتے تو ان پر اسی طرح پتھر برسائے جاتے جس طرح قوم لوط پر پتھر برسائے گئے تھے۔

(فضائل الصحابہ، رقم: ۷۲۶)



وَأَمَّا لَهُمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا  
وَيَنْصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ﴿٥﴾

[الحشر: ۸]

” (نہ کا مال) ان مہاجر مسکینوں کے لیے ہے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے نکال دیے گئے ہیں وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضامندی کے طلب گار ہیں اور اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں یہی راست باز لوگ ہیں۔“

ان لوگوں نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: کیا تم ان لوگوں میں سے ہو جن کے بارے میں اللہ کا ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُجْزَوْنَ  
مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِمَّا  
أُوتُوا وَيُؤْتُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ  
وَمَنْ يُوقِ شَحْنًا نَفْسِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٩﴾

[الحشر: ۹]

” (اور ان کے لیے) جنہوں نے اس گھر میں (یعنی مدینہ) اور ایمان میں ان سے پہلے جگہ بنالی ہے اور وہ اپنی طرف ہجرت کر کے آنے والوں سے محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ دے دیا جائے اس سے وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہیں رکھتے بلکہ خود اپنے اوپر انہیں ترجیح دیتے ہیں گو خود کو کتنی ہی سخت حاجت ہو، (بات یہ ہے) کہ جو بھی اپنے نفس کے بخل سے بچایا گیا وہی کامیاب اور بامراد ہے۔“

ان حضرات نے کہا: نہیں، تو آپ نے ان سے فرمایا: تم لوگوں نے اس بات کا اقرار کیا اور شہادت دی کہ نہ تو تم ان لوگوں میں سے ہو اور نہ ان لوگوں میں سے اور میں شہادت دیتا ہوں کہ تم لوگ تیسرے گروہ میں سے بھی نہیں ہو جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا  
وَلِأَخَوَانَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي

قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ  
رَحِيمٌ ﴿٥﴾ [الحشر: ۱۰]

” اور (ان کے لیے) جو ان کے بعد آئیں جو کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں اور ایمان داروں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ (اور دشمنی) نہ ڈال۔ اے ہمارے رب! بے شک تو شفقت و مہربانی کرنے والا ہے۔“

تم لوگ میرے پاس سے ہٹ جاؤ، اللہ تمہارے اندر برکت نہ دے اور نہ تمہارے گھروں کے قریب برکت دے، تم اسلام کا استہزاء کرنے والے ہو، تم اسلام کے اہل نہیں۔

(العقیدۃ فی اہل البیت، ۲۳۶، البدایۃ والنہایۃ: ۱۱۲/۹)

نوٹ: خون عثمان سے عمار بن یاسر اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کی براءت کے لیے ”سیدنا عثمان بن عفان“ لعلی محمد الصلابی (ص: ۵۱۲) مفصلاً ملاحظہ کریں۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ:

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: علی و عثمان رضی اللہ عنہما کی محبت ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتی، تو انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگ جھوٹ کہتے ہیں ان دونوں کی محبت ہمارے دلوں میں ایک ساتھ جمع ہے۔

(تحقیق مواقف الصحابة: ۲۵/۲)، تہذیب العہدیب / ابن حجر: ۱۳۱/۷

حدیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ:

خالد بن ربیع سے روایت ہے کہ جب حدیفہ رضی اللہ عنہ کی بیماری کی خبر آئی تو ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کچھ لوگوں کے ساتھ مدائن روانہ ہوئے پھر جب عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کا ذکر کیا گیا تو حدیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ میں وہاں موجود نہ تھا، نہ میں نے قتل کیا اور نہ میں اس سے راضی ہوں۔ (تحقیق مواقف الصحابة: ۲۷/۲)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ابن سیرین سے روایت کیا ہے کہ جب عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر حدیفہ رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو حدیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ تو خوب جانتا ہے کہ میں خون عثمان سے بری ہوں، جن



اگر عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل ہدایت ہوتی تو امت اس کے ذریعے سے دودھ دہتی لیکن یہ ضلالت تھی جس کی وجہ سے امت کو خون دوہنا پڑا۔

(تاریخ المدنیہ: ۴/۱۲۴۵)

سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ:

ابن عساکر اپنی سند سے سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: یقیناً اسلام مضبوط قلعہ میں محفوظ تھا، لوگوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر کے اسلام میں دراڑ پیدا کر دی اور اس میں نشر لگا دیا وہ لوگ اس دراڑ کو پر نہ سکے یا قیامت تک وہ اس دراڑ کو پر نہیں کر سکتے۔ مدینہ والوں میں خلافت تھی انہوں نے اس کو مدینہ سے نکال دیا اور یہ ان میں لوٹ نہیں سکتی۔

(تاریخ دمشق، ص: ۳۲۸، تحقیق مواقف الصحابة: ۳۱/۲)

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما:

ابو نعیم نے ”معرفۃ الصحابة“ میں اپنی سند سے عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ عنہ مظلوم قتل ہوئے، آپ کو دہرا آج دیا گیا۔

(معرفۃ الصحابة: ۱/۲۴۵، المعجم الکبیر: ۱/۴۶۱)

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ:

آپ نے فرمایا: عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل نہ کرو اگر تم نے ایسا کیا تو کبھی ایک ساتھ نماز نہ پڑھ سکو گے۔ اور ایک روایت میں ہے: اللہ کی قسم تم خون عثمان کو ایک سیکنگ بھر بھی بہاؤ گے تو اللہ سے دور ہو جاؤ گے۔

(تحقیق مواقف الصحابة: ۳/۳۲۶، فضائل الصحابة، اسنادہ حسن)

حسن بن علی رضی اللہ عنہما:

طلق بن خثاف سے روایت ہے کہ ہم مدینہ گئے، ہمارے ساتھ قرط بن خیشمہ تھے ہم حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے ملے، آپ سے قرط نے کہا: امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کو کیوں قتل کیا گیا؟ فرمایا: مظلوم قتل ہوئے۔

(الطبقات: ۸۱/۳)

(باقی صفحہ نمبر ۲۲ پر ملاحظہ کیجیے)

لوگوں نے آپ کو قتل کیا ہے اگر صحیح کیا ہے تو میں ان سے بری ہوں اور اگر غلط کیا ہے تو تو خون عثمان سے میری براءت جانتا ہے اور عنقریب عرب جان لیں گے اگر انہوں نے آپ کو قتل کر کے صحیح کیا ہے تو ہم اس سے دودھ دوہیں گے اور اگر غلط کیا ہے تو اس سے خون دوہیں گے چنانچہ لوگوں نے اس سے خون ہی دوہا، اس کے بعد ان سے تلواریں نہیں ہٹیں اور قتل و خوریزی بند نہیں ہوئی۔

(تحقیق مواقف الصحابة: ۲/۲۸۲، تاریخ دمشق، ص: ۳۸۸)

ابن عساکر جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور ان کے سامنے امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا: لوگ ان کو قتل کر کے رہیں گے، میں نے کہا: تو پھر وہ (عثمان رضی اللہ عنہ) کہاں ہوں گے؟ فرمایا: جنت میں۔ میں نے کہا: آپ کے قاتلین کہاں ہوں گے؟ فرمایا: جہنم میں۔ (تاریخ دمشق، ص: ۳۸۸، تحقیق مواقف الصحابة: ۲/۲۸۲)

ام سلیم النصار یہ رضی اللہ عنہما:

جب عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر آپ کو پہنچی تو فرمایا: اللہ آپ پر رحم فرمائے یہ لوگ آپ کے بعد خون ہی دوہیں گے۔

(البدایۃ والنہایۃ: ۷/۱۹۵)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ:

ابو مریم سے روایت ہے فرماتے ہیں جس دن عثمان رضی اللہ عنہ کا قتل ہوا اس دن ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا آپ کی دو چوٹیاں تھیں ان دونوں کو پکڑ کر فرما رہے تھے اللہ کی قسم عثمان کو ناحق قتل کیا گیا ہے۔

(تحقیق مواقف الصحابة: ۳۱/۲، تاریخ دمشق، ص: ۴۹۳)

ابو بکرہ رضی اللہ عنہ:

علامہ ابن کثیر روایت کرتے ہیں کہ ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں آسمان سے زمین پر پھینک دیا جاؤں یہ میرے لیے اس سے بہتر ہے کہ میں عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل میں شریک کیا جاؤں۔

(تحقیق مواقف الصحابة: ۳۱/۲، تاریخ دمشق، ص: ۴۹۳)

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ:

ابو عثمان نہدی سے روایت ہے کہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

تالیف  
نواب سید محمد صدیق حسن خان  
(۶۱۸۹۰ — ۶۱۸۳۲)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ  
النَّبِيُّ مُحَمَّدٌ صَلَّيْهُ وَسَلَّمَ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ

تسہیل و تخریج  
حافظ عبداللہ سلیم  
حافظ شاہد محمود

# مجموعہ سائل عقیدہ

● عمدہ طباعت ● 3 مجلد ● قیمت Rs: 2100

تالیف  
مولانا محمد اسحاق بھٹی

برصغیر میں

# اہل تشیع کی اولیات

● عمدہ طباعت  
● مجلد  
● صفحات 184

ناشر

گل روڈ، گلی نمبر 5 حمید کالونی گوجرانوالہ  
055-3823990 / 0321-6466422

دارالطیب  
لنشر والتوزیع

ملنے کا پتہ

0321-4163595 کتاب سرائے اردو بازار لاہور  
021-2629724 فضلی بک سنٹر کراچی  
0321-7475072 مکتبہ نعمانیہ گوجرانوالہ  
055-4441613 والی کتاب گھر گوجرانوالہ  
0300-8661763 مکتبہ اسلامیہ اردو بازار لاہور  
0423-7351124 مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور  
0412-2631204 مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد  
0322-4074195 دارالکتب گوجرانوالہ

## قادیانی بیٹی کا خط

قصر خلافت ربوہ سے راقم کے نام ایک خط آیا ہے۔ نویسنده نے آخر میں ایک لڑکی لکھا ہے۔ خط کیا ہے مرقع دشنام ہے۔ راقم کے نزدیک ہر لڑکی کافر ہو یا مسلمان بیٹی ہوتی ہے۔ نظم ذیل اس بیٹی کے جواب میں ہے:

ایک بیٹی کی زبان کلک اور دشنام؟ کیا  
تیرا خط ہے قادیاں کا پارہ الہام کیا  
لا محالہ تو غلام احمد کی پیروکار ہے  
یہ بھی دیکھا ہے ہوا اس شخص کا انجام کیا  
گالیاں اسلام کے بیٹوں کو دینا واشگاف  
ناصر احمد کا ترے نوکِ زباں ہے نام کیا  
مہدی موعود انگریزوں کا زلّہ خوار تھا  
کیا اسے معلوم تھا مصحف ہے کیا اسلام کیا  
عورتوں سے بحثا بحثی شیوہ مردان نہیں  
لڑکیاں کیا چیز ہیں ان کی نوائے خام کیا  
اے کنیر ناصر احمد کیا تجھے معلوم ہے  
رنگ لائے گی کسی دن گردشِ ایام کیا  
بے حجابانہ قلم لے کر نکل آئی ہے تو  
گھر کے آگن میں تجھے ملتا نہیں آرام کیا  
ما سوائے خواجہ بطحا کوئی آقا نہیں  
کوئی ظلی ہو بروزی ہو کسی سے کام کیا  
گوہرِ شب تاب ہیں مہر و وفا کے پھول ہیں  
لڑکیاں ہر قوم کی صدق و صفا کے پھول ہیں

(شورش کاشمیری ۱۶ دسمبر ۱۹۷۷ء)